

آٹھ مسائل

- ہاتھ اٹھانے کا طریقہ
- ہاتھ رکھنے کی جگہ
- ہاتھ باندھنے کا طریقہ
- ننگا سر • وتر
- رکوع کے وقت ہاتھ اٹھانا
- جلسہ استراحت
- مصافحہ بالیدین

تالیف

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہ العالی

تلمیذ رشید

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ العالی

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

ناشر

آٹھ مسائل

ہاتھ اٹھانے کا طریقہ • ہاتھ رکھنے کی جگہ

ہاتھ بانڈھنے کا طریقہ • ننگا سر • وتر

رکوع کے وقت ہاتھ اٹھانا

جلسہ استراحت • مصافحہ بالیدین

تالیف

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مبارک

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

تلمیذ رشید

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

جامعہ خلفائے راشدین

ناشر

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۔	تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں	۸
۲۔	ہاتھ باندھنے کی کیفیت	۱۰
۳۔	ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا چاہیے	۱۱
۴۔	عمل و آثار صحابہ و تابعین ؓ	۱۳
۵۔	اشکالات و جوابات	۱۴
۶۔	حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات	۱۷
۷۔	مسئلہ رفع الیدین (ترک رفع کے دلائل)	۲۰
۸۔	احادیث مبارکہ (حدیث ابی حمید الساعدی ؓ)	۲۰
۹۔	حدیث جابر بن سمرہ ؓ	۲۳
۱۰۔	حدیث عبداللہ بن عمر ؓ	۲۵
۱۱۔	حدیث عبداللہ بن مسعود ؓ	۲۶
۱۲۔	حدیث براء بن عازب ؓ	۳۰
۱۳۔	حدیث عبداللہ بن عباس ؓ	۳۲
۱۴۔	حدیث ابی مالک الاشعری ؓ	۳۵
۱۵۔	حدیث ابی ہریرہ ؓ	۳۶
۱۶۔	حدیث وائل بن حجر ؓ	۳۶
۱۷۔	حدیث عباد بن الزبیر رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۷
۱۸۔	آثار صحابہ ؓ (اثر خلیفہ اول و دوم رضیہما اللہ تعالیٰ)	۳۸
۱۹۔	عمل خلیفہ سوم حضرت عثمان ؓ	۳۹

- ۲۰۔ عمل خلیفہ چہارم حضرت علیؓ ۳۹
- ۲۱۔ عمل عشرہ مبشرہ، اجماع اکثر صحابہؓ ۴۰
- ۲۲۔ عمل عبداللہ بن عمرؓ ۴۱
- ۲۳۔ عمل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ۴۲
- ۲۴۔ عمل حضرت ابوہریرہؓ ۴۲
- ۲۵۔ آثار تابعین وغیرہم رحمہم اللہ (ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مذہب) ۴۳
- ۲۶۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ۴۴
- ۲۷۔ حضرت امام شعبی تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ۴۴
- ۲۸۔ حضرت قیس بن ابی حازم التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ۴۵
- ۲۹۔ حضرت اسود بن یزید اور حضرت علقمہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب ۴۵
- ۳۰۔ حضرت حیثمہ التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ۴۶
- ۳۱۔ حضرت ابواسحاق السبعی التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ۴۶
- ۳۲۔ اصحاب علی و ابن مسعودؓ کا مذہب ۴۷
- ۳۳۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ۴۷
- ۳۴۔ اہم سوالات و جوابات (سلام کے وقت رفع یدین) ۴۸
- ۳۵۔ ثبوت رفع رکوع کا جواب ۴۹
- ۳۶۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح کا جواب ۵۰
- ۳۷۔ ”رفع دائمی عمل تھا“ اس کا جواب ۵۰
- ۳۸۔ ماضی استمراری کا جواب ۵۱
- ۳۹۔ فرشتوں کی رفع الیدین والی روایت کا جواب ۵۲
- ۴۰۔ پچاس صحابہؓ والی روایت ۵۳
- ۴۱۔ چودہ سو صحابہؓ والی روایت ۵۳

- ۴۲۔ دس نیکیوں والی روایت کا جواب ۵۴
- ۴۳۔ عشرہ مبشرہ ﷺ والی روایت کا جواب ۵۵
- ۴۴۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ابن مبارک رحمہما اللہ کا مکالمہ ۵۵
- ۴۵۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا رجوع ۵۶
- ۴۶۔ ناقلین نسخ رفع الیدین عند الرکوع ۵۷
- ۴۷۔ محدث کبیر، نقاد عظیم امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۵۷
- ۴۸۔ شارح بخاری حضرت علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ ۵۸
- ۴۹۔ شارح مشکوٰۃ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ ۵۸
- ۵۰۔ فقیہ الامت حضرت علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ ۵۹
- ۵۱۔ ﴿اشتہار﴾ رفع الیدین کا عمل منسوخ ہے ۶۱
- ۵۲۔ نسخ کی دلیل نمبر ۱ ۶۱
- ۵۳۔ نسخ کی دلیل نمبر ۲ ۶۳
- ۵۴۔ کچھ سوالات مجابہ ۶۴
- ۵۵۔ سوال نمبر ۱ اور اس کا جواب ۶۴
- ۵۶۔ سوال نمبر ۲ اور اس کا جواب ۶۵
- ۵۷۔ سوال نمبر ۳ اور اس کا جواب ۶۵
- ۵۸۔ سوال نمبر ۴ اور اس کا جواب ۶۶
- ۵۹۔ سوال نمبر ۵ اور اس کا جواب ۶۷
- ۶۰۔ سوال نمبر ۶ اور اس کا جواب ۶۸
- ۶۱۔ سوالات اور مطالبات ۶۸
- ۶۲۔ اشتہار ”اظہار حق“ کا خلاصہ ۷۰
- ۶۳۔ غیر مقلد نصیب شاہ صاحب کے جھوٹ اور دھوکے (نمبر ۱) ۷۱

- ۶۴۔ جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۲ ۷۱
- ۶۵۔ جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۳ ۷۱
- ۶۶۔ جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۴ ۷۲
- ۶۷۔ جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۵ ۷۲
- ۶۸۔ جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۶ ۷۳
- ۶۹۔ جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۷ ۷۳
- ۷۰۔ جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۸ ۷۳
- ۷۱۔ غیر مقلد دوست کے معیارِ علم کے چند نمونے (نمونہ ۱) ۷۴
- ۷۲۔ نمونہ نمبر ۲ ۷۵
- ۷۳۔ نمونہ نمبر ۳ ۷۵
- ۷۴۔ جلسہ استراحت کا حکم ۷۷
- ۷۵۔ دلائل (دلیل نمبر ۱) ۷۷
- ۷۶۔ دلیل نمبر ۲، غیر مقلدین کی دلیل اور اس کا جواب ۷۸
- ۷۷۔ کچھ سوالات اور مطالبات ۷۹
- ۷۸۔ وتر اور قنوت کے مسائل (مسئلہ نمبر ۱) ۸۰
- ۷۹۔ مسئلہ نمبر ۲ ۸۳
- ۸۰۔ مسئلہ نمبر ۳ ۸۳
- ۸۱۔ غیر مقلدین کا ننگا سر اور ان کے اقوال و فتاویٰ ۸۵
- ۸۲۔ فتاویٰ علماء اہل حدیث ۸۶
- ۸۳۔ کچھ سوالات و استفسارات ۸۷
- ۸۴۔ دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا (دلیل نمبر ۱) ۸۹
- ۸۵۔ دلیل نمبر ۱، دلیل نمبر ۲ ۹۲، ۸۹

تقدیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد: دین اسلام اول تا آخر خوبیوں اور کمالات کا مجموعہ ہے جن میں سے ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے احکام میں درجہ بندی ہے جس پر عمل کرنے سے احکام اسلام نہایت خوبصورتی اور حسن سے ادا ہوتے ہیں۔

نیز اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ادنیٰ درجہ کے عمل اور حکم کو اعلیٰ درجہ میں لے جانے والا افراط کی وجہ سے ضالین کی فہرست میں داخل ہو جاتا ہے اور اعلیٰ کو ادنیٰ درجہ دینے والا تفریط کے سبب مغضوب علیہم کے ٹولے میں سے گنا جاتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مثلاً نماز ایک حکم شرعی ہے اور اس حکم اور عمل میں درجہ بندی یوں ہے کہ نماز کا ایک درجہ فرض کا جیسے فجر کی دو، ظہر، عصر اور عشاء کی چار اور مغرب کی تین رکعات۔ دوسرا درجہ واجب کا ہے جیسے نماز وتر اور نماز عیدین وغیرہ، تیسرا درجہ سنت مؤکدہ کا ہے جیسے فجر کی دو سنتیں اور ظہر کی چار اور دو اور مغرب اور عشاء کی دو سنتیں وغیرہ، چوتھا درجہ سنت غیر زائد اور نفل کا ہے جیسے عصر اور عشاء کے فرائض سے پہلے چار سنتیں یا دو رکعت نفل پڑھنا اور اشراق وغیرہ۔

اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ کو لیجیے درجہ فرض میں زکوٰۃ ہے، درجہ وجوب میں صدقہ فطر اور قربانی ہے اور درجہ نفل و استحباب میں نفلی صدقات ہیں۔

قارئین کرام! بعینہ اسی طرح باہمی اختلاف کے درجے بھی مختلف ہیں اور ہر ایک کا حکم بھی جدا جدا ہے۔

درجات اختلاف

پہلا درجہ: اسلام اور کفر کا اختلاف ہے جملہ عقائد ضروریہ کا ماننا اسلام ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ نصرانیت، یہودیت اور اسلام کے درمیان اختلاف کی یہی صورت ہے۔

حکم: اس درجہ کا حکم یہ ہے کہ یہ اختلاف مذموم ہے، دین اسلام کو چھوڑ کر جس دین کو

بھی اختیار کرے گا، گمراہ اور مردود ہو جائے گا۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں ”وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ“ اور دوسری جگہ ارشاد ہے ”أَنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ“۔ دوسرا درجہ: سنت و بدعت کا اختلاف، اہل السنۃ والجماعۃ کے جملہ نظریات کو اپنانے سے انسان اہل السنۃ والجماعۃ میں داخل ہو کر شاہراہ سنت پر چلنے لگتا ہے اور ان کے نظریات سے ہٹ کر چلنے والا اہل بدعت و ہوی میں داخل ہو کر بدعت کی تاریک راہ میں بھٹکتا رہتا ہے۔ حکم: اس درجہ کا اختلاف بھی مذموم ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”میری امت میں ۳ فرقے پیدا ہونگے جن میں سے ایک ناجی ہوگا باقی سب دوزخی ہونگے۔“

صحابہ کرام ﷺ کے استفسار پر آپ ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی علامت یہ بتائی کہ ”ما انا علیہ و اصحابی“ یعنی جن کا چلن میرے اور میرے صحابہ ثکے چلن کے موافق ہوگا وہ ناجی فرقہ ہے، اس کے سوا دوسرے سارے نو لے خواہ وہ قدریہ ہو یا جبریہ یا معتزلہ وغیرہ سب دوزخی ہیں۔ الحاصل: بموجب حدیث بالا یہ اختلاف بھی مذموم ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے سوا تمام فرقے دوزخی اور باطل فرقے ہیں۔

تیسرا درجہ: اجتہادی اختلاف، یعنی ایک مجتہد کی رائے ایک ہو جبکہ دوسرے کی رائے بالکل اس کے خلاف ہو۔

حکم: اس اختلاف کا حکم یہ ہے کہ یہ اختلاف محمود ہے، ہر مجتہد کو (بمطابق حدیث بخاری و مسلم) دو یا ایک اجر ضرور ملتا ہے اور اجر ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہر ایک مجتہد محمود ہے حق پر ہے اور جنت کے قافلے کا سردار ہے۔

درجہ بندی: جس طرح فرض نماز کو سنت اور نفل کا درجہ دینا بوجہ تفریط گمراہی ہے اسی طرح درجہ اول کے اختلاف کو تیسرے درجہ کے اختلاف کا درجہ دیکر اسے محمود سمجھنا بھی تفریط اور گمراہی ہے۔

اور جیسے نفل اور سنت نماز کو فرض و واجب کا درجہ دینا بوجہ افراط گمراہی ہے ایسے ہی تیسرے درجہ کے محمود اختلاف کو درجہ اول و دوم کے مذموم اختلاف کا درجہ دینا بھی بوجہ افراط گمراہی اور

بے دینی ہے۔

قارئین کرام : اس مجمع علیہ درجہ بندی کے خلاف آج آپ کو کوئی نظر آئے گا تو وہ غیر مقلدین ہی کا کوئی ٹولہ ہوگا اور بس۔ (اس افراط و تفریط کی مزید تفصیل اور اس کے نقصانات کتاب ”رد فرق باطلہ“ میں ہے) ان کے اس افراط اور درجہ بندی کی عداوت نے ہمارے اکابر اہل السنۃ احناف کو فروعی مسائل پر قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔

الحمد للہ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ جملہ فروعی مسائل پر تفصیل سے مدلل گفتگو فرمائی ہے جو اہل ذوق اور اہل علم حضرات کے لیے بے حد مفید اور گراں قدر انمول خزانہ ہے البتہ عوام الناس کا بوجہ کم علمی و عدم الفرصتی ان مفصل تحریرات سے استفادہ انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہے، اسی کے پیش نظر عرصہ دراز سے یہ خیال دامن گیر رہا کہ رفع اور اس کے متعلقات سے تعلق رکھنے والے اختلافی مسائل کو مختصر، مدلل اور سہل انداز میں قلم بند کیا جائے۔

بحمد اللہ و فضلہ آج اس خیال کی تکمیل آپ کے ہاتھوں میں ”آٹھ مسائل“ کی صورت میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائیں اور بشمول راقم الحروف ہر مسلمان کے لیے صراط مستقیم پر چلنے اور رضائے الہی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں آمین ثم آمین

(حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز (صاحب دامت برکاتہم)

رئیس دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدینٹ مدنی کالونی گریکس ماری پور کراچی

فون نمبر: ۲۳۵۲۲۰۰ ، موبائل: ۰۳۳۳۲۲۲۶۰۵۱

۵ رجب ۱۴۲۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں

ہمارے احناف کے نزدیک سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ انگوٹھے کانوں کی لو اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہو جائیں۔

بہتر ہونے کی دلیل : تکبیر اول کے وقت ہاتھ اٹھانے سے متعلق تین قسم کی احادیث آئی ہیں۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ (مسلم ۱/۱۶۸)

(۲) حضرت مالک بن حویرث رحمہ اللہ کی حدیث میں دونوں کانوں کے بالائی حصے تک اٹھانے کا بیان ہے۔ (مسلم ۱/۱۶۸)

(۳) حضرت وائل بن حجر رحمہ اللہ کی حدیث میں کانوں کی لو کے قریب تک انگوٹھے اٹھانے کا بیان ہے۔ (نسائی ۱/۱۳۱)

تنبیہ : احناف نے جس طریقے کو اپنایا ہے اس سے تینوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے، کسی صحیح حدیث کا ترک لازم نہیں آتا، کیونکہ احناف کے ہاں حدیث نمبر (۱) کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہتھیلیاں کندھوں تک اٹھالیں اور حدیث نمبر (۲) سے مراد یہ ہے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے کے برابر کر دیئے اور حدیث نمبر (۳) میں تو انگوٹھے اور لو کی صراحت ہے۔

الحاصل : احناف کہتے ہیں کہ عمل ایک تھا جو ہم نے اختیار کیا، فرق صرف تعبیر کا ہے، اور اس فرق تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ کسی راوی نے انگلیوں کے سروں کو اہمیت دے کر اس نے کانوں کے بالائی حصہ کا ذکر کیا اور کسی نے ہتھیلیوں کو اصل اور اہم سمجھ کر کندھوں تک اٹھانے کو ذکر کر دیا اور کسی نے انگوٹھوں کا اعتبار کرتے ہوئے کانوں کی لو کا ذکر کیا۔

روایات میں تطبیق کی دلیل: ہم نے اوپر روایات میں جو تطبیق بیان کی ہے اور احادیث کا مطلب اس انداز پر ذکر کیا ہے جس سے تینوں حدیثوں میں اتحاد اور جوڑ پیدا ہو گیا اور اختلاف ختم ہوا، اسکی دلیل سنن نسائی کی حدیث ہے، کیونکہ جب انگوٹھے لو کے برابر ہوں گے تو ہتھیلیاں خود بخود کندھوں کی سیدھ میں آ جائیں گی اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے کے برابر ہو جائیں گے۔

غیر مقلدین کا اعتراف: غیر مقلد علامہ وحید الزمان صاحب نے ”کہاں تک ہاتھ اٹھائے جائیں“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے: ”جمہور علماء کا عمل اور بیان ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں موٹھوں تک اس طرح اٹھایا جائے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر تک پہنچ جائیں اور انگوٹھے کانوں کی لو تک رہیں۔“ (ترجمہ مسلم ج ۲، ص ۱۸)

☆☆ کچھ سوالات ☆☆

(۱) صحیح مسلم کی دوسری حدیث جس میں کانوں کے بالائی حصے تک اٹھانے کا ذکر ہے کے خلاف کرتے ہوئے صرف کندھوں تک اٹھانے والے کی نماز صحیح ہے یا فاسد؟ جو غیر مقلد احناف کی ضد میں اس پر عمل نہیں کرتا اس کے اسلام پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ نیز جو غفلت سے اس حدیث پر عمل نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) تکبیر اول کے وقت ہاتھ اٹھانا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ نہ اٹھانے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہے یا نماز فاسد ہے؟

(۳) حضرت وائل ؓ جو متأخر الاسلام ہیں کی حدیث سے کندھوں تک اٹھانے کی حدیث منسوخ کیوں نہیں؟ نیز نسخ کا قاعدہ قرآنی آیات و احادیث صحیحہ سے بیان کریں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہاتھ باندھنے کی کیفیت

ہمارے احناف کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں اور انگوٹھے اور چھنگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑیں اور درمیان کی تین انگلیوں کو کلائی پر رکھیں۔
دلیل : اس مسئلہ میں احادیث تین قسم کی ہیں۔

(۱) حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت میں ہے۔ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ (مسلم ص ۱۷۳ ج ۱)
(۲) حضرت ہلبؓ کی روایت میں ہے يَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ کہ دائیں سے بائیں کو پکڑتے تھے۔ (ترمذی ص ۵۹ ج ۱)

(۳) حضرت سہلؓ فرماتے ہیں: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ، قَالَ أَبُو حَازِمٍ: لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَنْمِي ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ: يُنْمِي ذَلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِي (صحیح البخاری باب وضع اليمنى على اليسرى) کہ لوگوں کو کہا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔

فائدہ : ہمارے بتلائے ہوئے طریقہ پر تینوں قسم کی صحیح حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے، کیونکہ جب دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا تو ”حدیث نمبر ۱“ پر عمل ہوا، جب انگوٹھے اور چھنگلی سے گٹے کو پکڑا تو ”حدیث نمبر ۲“ پر عمل ہوا اور جب تین انگلیوں کو بائیں کلائی پر رکھا تو ”حدیث نمبر ۳“ پر عمل ہوا۔

تطبیق کی دلیل : ہم نے احادیث میں اتحاد، جوڑ اور تطبیق کی جو صورت پیش کی ہے اس کی دلیل امام نسائی رحمہ اللہ نے حدیث وائلؓ کے ذریعہ پیش فرمائی ہے۔

حضرت وائلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی نماز کو دیکھا ”فَقَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ

يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَا تَابَاذْنِيهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسُغِ وَالسَّاعِدِ“ (سنن النسائي ص ۱۴۱) یعنی پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت، گئے اور کلائی پر رکھا۔

نسائی کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹے کو چھوڑ کر کہنی کی طرف بازو کو پکڑنا حدیث کے خلاف ہے۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا



بِإِذْنِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا چاہئے

ہم اہل السنۃ والجماعۃ احناف کے نزدیک ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنا احسن اور بہتر طریقہ ہے، اگر کسی نے ناف پر ہاتھ باندھے تو بھی درست ہے البتہ سینہ پر ہاتھ باندھنا مردوں کے لئے درست نہیں۔

نوٹ : خواتین کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنا اجماع سے ثابت ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَأَمَّا فِي حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ وَضَعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الصُّدْرِ (السَّعَايَةِ ۲/۱۵۶) ”عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ رکھنا ہے۔“

دلائل : صحیح حدیث اور آثار صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت ہے جبکہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک بھی صحیح حدیث نہیں، نیز صحاح ستہ میں کسی ایک صحابی یا تابعی رضی اللہ عنہ کا قول یا عمل بھی سینے پر باندھنے کا نہیں۔

(۱) عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى

شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. (مصنف ابن أبي شيبة ۱/۴۲۷)

”حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے نماز

میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا (باندھا)

فائدہ : تحت السرة کے الفاظ تین نسخوں میں ہیں

۱۔ جس سے مصر کے محدث قاسم نے نقل کیا ہے۔

۲۔ محمد اکرم نصرپوری کا نسخہ

۳۔ مفتی مکہ المکرمہ شیخ عبدالقادر کا نسخہ

توثیق حدیث

۱۔ محدث قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہذا سند جید“ کہ اس کی سند جید ہے (بذل المجہود ص ۲۳ ج ۲)

۲۔ محدث ابوالطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہذا حدیث قویٰ من حیث السند“ یہ حدیث سند کے لحاظ سے مضبوط ہے (حوالہ بالا)

۳۔ علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”رجالہ ثقات“ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

کلام علی سند الحدیث : (۱) وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ : امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : مَا رَأَيْتُ أَوْعَىٰ لِلْعِلْمِ مِنْ وَكَيْعٍ وَلَا أَحْفَظَ مِنْهُ (تہذیب التہذیب ص ۷۹ ج ۶) میں نے وکیع سے زیادہ کسی کو علم کو محفوظ کرنے والا اور یاد کرنے والا نہیں دیکھا۔ ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ وَكَيْعٍ (تہذیب التہذیب ص ۸۰ ج ۶) میں نے وکیع سے کسی کو افضل نہیں دیکھا۔

(۲) مُوسَىٰ بْنُ عَمِيرٍ رحمہ اللہ تعالیٰ : قَالَ ابْنُ مَعِينٍ وَأَبُو حَاتِمٍ : مُوسَىٰ بْنُ عَمِيرٍ ثِقَةٌ (میزان الاعتدال ص ۹۷ ج ۴) فرماتے ہیں : موسیٰ بن عمیر ثقہ ہیں۔

قَالَ الْحَافِظُ : وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ وَأَبُو حَاتِمٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَ النُّعْمَانِيُّ وَ الْعَجَلِيُّ وَ الدُّوْلَابِيُّ : إِنَّ مُوسَىٰ بْنَ عَمِيرٍ ثِقَةٌ (تہذیب ص ۵۵۸ ج ۵)

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ یہ چھ حضرات فرماتے ہیں کہ موسیٰ بن عمیر ثقہ ہیں۔

(۳) عَلْقَمَةُ رحمہ اللہ تعالیٰ : قَالَ الذَّهَبِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ

بْنِ حَجَرٍ صُدُوقٍ (میزان الاعتدال ص ۱۰۷ ج ۳) فرماتے ہیں: کہ علقمہ سچے ہیں۔
 وَقَالَ الْحَافِظُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى : ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثَّقَاتِ وَ ذَكَرَهُ ابْنُ سَعْدٍ
 فِي الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَقَالَ : كَانَ ثِقَةً قَلِيلَ الْحَدِيثِ (تہذیب
 ص ۱۷۰ ج ۴)

فرماتے ہیں کہ علقمہ رحمہ اللہ نعمانی کو ابن حبان رحمہ اللہ نعمانی نے ثقہ اور قابل اعتماد لوگوں میں
 سے شمار کیا ہے اور ابن سعد نے اہل کوفہ میں طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ تھے
 اور کم حدیث بیان کرتے۔

﴿عمل و آثار صحابہ و تابعین﴾

(۱) قَالَ أَبُو عِيْسَى : حَدِيثُ هَلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَ الْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ
 أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَ التَّابِعِينَ وَ مَنْ بَعْدَهُمْ يَرَوْنَ أَنَّ يَضَعُ الرَّجُلُ
 يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ وَ رَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ يَضَعُهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَ رَأَى
 بَعْضُهُمْ أَنَّ يَضَعُهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ وَ كُلُّ ذَلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ (ترمذی ص ۵۹ ج ۱)
 ترجمہ از علامہ بدیع الزماں غیر مقلد: (امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی) ابو عیسیٰ
 نے کہا: حدیث ہلب کی حسن ہے اور اسی پر عمل ہے اہل علم کا صحابہ اور تابعین سے اور جو بعد
 ان کے تھے، کہتے تھے کہ رکھے ہاتھ داہنا اپنا بائیں پر نماز میں، اور کہا بعضوں نے کہ رکھے ان
 دونوں کو ناف کے اوپر، اور کہا بعضوں نے کہ رکھے ناف کے نیچے، یہ سب جائز ہے ان کے
 نزدیک (جائز الشعوزی ج ۱)

نوٹ : یہاں خود غیر مقلد مولوی صاحب نے بھی ”فوق السرة“ کا ترجمہ ”ناف کے
 اوپر“ سے کیا ہے ”ناف سے اوپر“ کا ترجمہ نہیں کیا، اور ”سے“، اور ”کے“ کا فرق ظاہر ہے۔
 نوٹ: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نعمانی کی نظر میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا عمل کسی ایک
 صحابی، تابعی یا تبع تابعی کا نہ تھا ورنہ اس موقع پر ضرور نقل فرماتے۔

(۲) امام بخاری کے استاذ حضرت امام ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نعمانی نے سند صحیح سے

حضرت ابو مجلز تابعی رحمہ اللہ نقل فرمایا ہے: ”وَيَجْعَلُهُمَا أُسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ“ کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۷ ج ۱)

﴿اشکالات وجوابات﴾

اشکال نمبر ۱: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تحت السرة کے الفاظ بعض نسخوں میں نہیں لہذا یہ احناف کا منکھڑت اضافہ ہے جو حجت نہیں۔

جواب : (۱) یہ ان کا خالص جھوٹ ہے ورنہ شہادت شرعیہ سے ثابت کریں کہ فلاں حنفی نے فلاں سن میں فلاں مہینے میں فلاں تاریخ کو فلاں نسخہ میں یہ اضافہ کیا۔

(۲) علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۹ھ) نے نویں صدی میں مصنف ابن ابی شیبہ کے ایک نسخہ سے ”تحت السرة“ کا اضافہ نقل کر کے فرمایا: ”إِنَّ هَذَا سَنَدٌ جَيِّدٌ“ کہ اس کی سند جید اور قابل حجت ہے۔ لیکن ان پر اس وقت کسی محدث نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ اضافہ احناف کا منکھڑت اضافہ ہے۔ ورنہ پوری دنیا کے غیر مقلد اس محدث کا نام بتائیں جنہوں نے انکار کر کے اس نسخہ کو غلط کہا ہو۔

اشکال نمبر ۲: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیثیں زیادہ ہیں، لہذا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیثوں پر سینہ پر ہاتھ رکھنے والی حدیثوں کو ترجیح ہوگی۔
جواب : (۱) جھوٹ بولتے ہیں ایک صحیح حدیث بھی ان کے پاس نہیں (مدلل نماز)
(۲) ان کے پاس سب سے مضبوط اور صریح دلیل حدیث ابن خزيمة ہے اور وہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

جرح علی سندہ :

(۱) مؤمل بن اسماعیل : یہ ضعیف ہے۔

علامہ البانی غیر مقلد فرماتے ہیں: إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ لِأَنَّ مُؤَمَّلًا وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ نَسِيَ الْحِفْظَ (صحیح ابن خزيمة ۲۴۳/۱) کہ اس کی سند کمزور ہے کیونکہ مؤمل جو

اسماعیل کے بیٹے ہیں، کا حافظہ صحیح نہیں۔

اعتراض: مؤمل بن اسماعیل کو ضعیف کہنا درست نہیں کیونکہ وہ صحیح بخاری کا راوی ہے۔

جواب: یہ اعتراض درج ذیل وجوہ کی بناء پر مدفوع اور باطل ہے (۱) مؤمل بن اسماعیل کو خود آپ غیر مقلدین کے سرخیل علامہ ناصر الدین البانی صاحب نے سیء الحفظ کہہ کر اس کی وجہ سے سند کو ضعیف کہا ہے (ابن خزیمہ ۱/۲۴۳) لہذا آپ کا یہ اشکال پہلے البانی صاحب پر وارد ہے وہ جو جواب دیں وہی ہمارا جواب بھی تصور کیا جائے۔

(۲) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اصالتہ نہیں فرمایا بلکہ تعلیقاً اس کو ذکر کیا ہے نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات بھی نہیں ہوئی لہذا اس ذکر سے ان کا ثقہ ہونا ثابت کرنا درست نہیں۔ اسی وجہ سے حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر جرح کرتے ہوئے اسے کثیر الخطأ فرمایا ہے۔

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى : قَوْلُهُ : (وَقَالَ مُؤَمَّلٌ) بِوَاوٍ مَهْمُوزَةٍ وَزُنٍّ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَصْرِيُّ نَزِيلُ (مَكَّةَ) ، أَدْرَكَهُ الْبُخَارِيُّ وَلَمْ يَلْقَهُ لِأَنَّهُ مَاتَ سَنَةَ سِتٍّ وَ مِائَتَيْنِ وَ ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَرْحَلَ الْبُخَارِيُّ وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْهُ إِلَّا تَعْلِيْقًا وَ هُوَ صُدُوقٌ كَثِيرُ الْخَطَا قَالَ أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ (فتح الباری ۱۳/۴۱)

ترجمہ: فرماتے ہیں: مؤمل سے ابن اسماعیل ابو عبد الرحمن البصری مراد ہیں جو کہ مکہ کا باشندہ تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا زمانہ پایا لیکن ان سے ملاقات نہیں ہو سکی، کیونکہ مؤمل ۲۰۶ ہجری میں، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے (مکہ) کوچ کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ اسی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تعلیقاً روایت نقل کی ہے اور ابو حاتم رازی رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا ہے کہ مؤمل صدوق ہیں لیکن حافظ کی خرابی کی وجہ سے کثیر الخطأ ہیں۔

(۳) علامہ کرمانی اور حافظ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں حضرات اس پر متفق ہیں کہ یہاں

مؤمل سے ابن ہشام مراد ہیں نہ کہ ابن اسماعیل۔ جس سے معلوم ہوا کہ معترض کا مؤمل صحیح بخاری میں ہیں ہی نہیں۔ لہذا ”ذو العدل منکم“ آیت کے پیش نظر جب دو عادل مردوں کی شہادت آگئی تو اسے بلا چون و چرا قبول کر لینا چاہیے۔

قَالَ الْعَلَامَةُ الْكِرْمَانِيُّ رحمه الله تعالى : (مُؤْمَلٌ) بِمَفْعُولِ التَّامِيلِ ابْنُ هِشَامٍ .
(الکرمانی ۹/۲۴۰/۱۶۰)

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمه الله تعالى : وَقَالَ مُؤْمَلٌ ، يَعْنِي ابْنُ هِشَامٍ أَحَدُ مَشَايِخِ الْبُخَارِيِّ عَنْ عُلُقَمَةَ (عمدة القاری ۱۶ / ۳۴۹)

الحاصل: علامہ کرمانی اور حافظ عینی رحمہما (لہ تعالیٰ ان دو حضرات کے نزدیک تو یہ مؤمل سرے سے وہ نہیں جو سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت میں ہے کیونکہ وہ اسماعیل کا بیٹا ہے اور یہ ہشام کا بیٹا۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ (لہ تعالیٰ نے اگرچہ اسے اسماعیل کا بیٹا تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ساتھ اس پر جرح بھی نقل فرمائی ہے۔

(۲) سفیان (۳) عاصم بن کلیب : ان حضرات کو خود غیر مقلدین نے ”ترک رفع“ کی بحث میں ضعیف اور ناقابل استدلال قرار دیا ہے۔

اشکال نمبر ۳: سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث ابن خزیمہ میں ہے۔ اور ابن خزیمہ کی تمام احادیث صحیح ہیں، لہذا یہ حدیث بھی صحیح ہوگی اور اس کو ضعیف کہنا غلط ہوگا۔

جواب: قَالَ ابْنُ حَجَرٍ الْمَكِّيُّ : قَالَ عِمَادُ الدِّينِ : وَكَمْ حَكَمَ ابْنُ

خُزَيْمَةَ بِالصَّحَّةِ لِمَا لَا يَرْتَقِي رُتْبَةَ الْحَسَنِ الْخ (ہامش درہم الصرۃ ص ۸۱)

ابن حجر مکی رحمہ (لہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے ایسی کتنی حدیثوں کو صحیح کہا ہے جو ”حسن“ کے درجہ تک بھی نہیں پہنچتیں۔ لہذا بلا تحقیق ابن خزیمہ کی حدیث معتبر نہیں۔

اشکال نمبر ۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الایۃ) کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر سینہ پر باندھ دیا۔ (البیہقی ص ۳۰ ج ۲)

جواب: علامہ کرمانی رحمہ (لہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”فِي سَنَدِهِ وَتَمَنِيهِ اضْطِرَابٌ

” (الجوهر النقی ص ۳۰ ج ۲) کہ اس روایت کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے (لہذا قابل استدلال نہیں)۔

اشکال نمبر ۵ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سورہ کوثر کی آیت ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ“ سے متعلق فرمایا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھے نماز کے اندر (بیہقی ص ۲۳۱ ج ۲)

جواب : یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ”رَوْحُ بْنُ الْمُسَيَّبِ“ ہے، جو ضعیف ہے۔

ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”يُرْوَى عَنْ ثَابِتٍ وَيَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ أَحَادِيثٌ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ“ کہ یہ روح، ثابت اور یزید سے غیر محفوظ حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ (الجوهر النقی ص ۳۰ ج ۲، میزان الاعتدال ص ۵۰ ج ۲)

ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”يُرْوَى الْمُؤَصَّوْعَاتِ لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ“ کہ وہ گھڑی ہوئی روایات روایت کرتا ہے لہذا اس سے روایت لینا حلال اور جائز نہیں۔ اسی طرح اس کی سند کا دوسرا راوی عمرو الکندی بھی ضعیف ہے۔

قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: ”عَمْرُو الْكِنْدِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ عَنِ الثَّقَاتِ يَسْرِقُ الْحَدِيثَ“ (الجوهر النقی ص ۳۰ ج ۲) ابن عدی فرماتے ہیں کہ عمرو الکندی منکر الحدیث ہے، ثقہ لوگوں سے حدیث چراتا ہے۔ ضعفہ (الکندی) ابو یعلیٰ الموصلی ذکرہ ابن جوزی، یعنی ابو یعلیٰ موصلی نے عمرو کندی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الجوهر النقی علی هامش البيهقي ص ۳۰ ج ۲)

﴿جبال العلم حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات﴾

(۱) ملک العلماء امام کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وَأَمَّا مَحَلُّ الْوَضْعِ فَمَا تَحْتَ السُّرَّةِ فِي حَقِّ الرِّجَالِ“ کہ مردوں کے لئے ہاتھ (باندھ کر) رکھنے کی جگہ ناف کے نیچے ہے۔ (بدائع ۱/۲۰۱)

(۲) شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَأَمَّا مَوْضِعُ الْوَضْعِ فَالْأَفْضَلُ عِنْدَنَا تَحْتَ السُّرَّةِ“ کہ ہاتھ (باندھ کر) رکھنے کی افضل جگہ ہمارے نزدیک ناف کے نیچے ہے۔ (المبسوط ۲۹/۱)

(۳) امام برہان الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَيَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنَىٰ عَلَى الْيُسْرَىٰ تَحْتَ السُّرَّةِ“ کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔ (الہدایۃ ۱/۱۰۶)

(۴) محقق ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ”تَحْتَ السُّرَّةِ“ ہی کو رائج قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر ۲۴۹/۱)

(۵) محقق زمان امام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں: ”يَضَعُ بِيَدِهِ الْيُمْنَىٰ عَلَى الْيُسْرَىٰ تَحْتَ السُّرَّةِ“ کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے گا۔ (الخانية على هامش الهندية ۸۷/۱)

(۶) حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ”تَحْتَ السُّرَّةِ“ ہی کو ترجیح دی ہے۔ (البنایۃ ۶۰۹/۱، عمدة القاری ۳۸۹/۴)

(۷) علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ”تَحْتَ السُّرَّةِ“ ہی کو رائج فرمایا ہے۔ (البحر الرائق ۵۳۸/۱)

(۸) ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ”تَحْتَ السُّرَّةِ“ ہی کو رائج فرمایا ہے۔ (المرفقات ۵۰۹/۲)

(۹) مفتی شام امام طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں: ”فَالْوَضْعُ مُطْلَقًا سُنَّةٌ وَكَوْنُهُ تَحْتَ السُّرَّةِ سُنَّةٌ أُخْرَىٰ أَبُو السَّعُودِ“ کہ ہاتھ باندھ کر رکھنا جدا سنت ہے اور ناف کے نیچے رکھنا الگ سنت ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۲۱۳/۱)

(۱۰) عالم باعمل مفتی شام علامہ علاؤ الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَكَوْنُهُ تَحْتَ السُّرَّةِ لِلرَّجَالِ“ یعنی مردوں کے لئے یہ ہے کہ ہاتھ باندھ کر ناف کے نیچے رکھے (رد المحتار ۷۲/۱)

☆ ☆ سوالات ☆ ☆

(۱) صحیح مسلم کی حدیث میں دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے، اور اس کا ظاہری معنی وہی ہے جو مصافحہ میں ”ید“ کے لفظ کا کیا جاتا ہے، جس طرح وہاں ”ید“ سے مراد پنچے اور گٹے تک ہاتھ ہے اسی طرح یہاں بھی یہی مراد ہوگی، لہذا اس حدیث کے خلاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ان احادیث میں جب تطبیق اور جوڑ کی صورت موجود ہے، تو اسے چھوڑ کر بعض احادیث پر عمل کرنا اور بعض کو بیکار چھوڑنا، کیا (نام نہاد) اہل حدیث کا کام یہی ہے؟

(۳) حدیث مسلم اور حدیث نسائی کی مخالفت کر کے کہنی پکڑنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۴) ہاتھ باندھنا فرض ہے یا واجب یا سنت اور مستحب؟ نہ باندھنے والوں کی نماز

ہوتی ہے یا نہیں؟ اور بھولے سے نہ باندھنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۵) جو لوگ نماز میں کہنی نہیں پکڑتے بلکہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کی حدیث کے مطابق

ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب آیات و احادیث صحیحہ غیر متعارضہ سے دینا ضروری ہے۔ ورنہ غیر مقلدیت سے

توبہ کا اعلان۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسئلہ رفع الیدین

ہمارے احناف کے نزدیک عام نمازوں میں تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے، اس کے علاوہ کہیں بھی سنت نہیں۔

☆☆ ترک رفع کے دلائل ☆☆

(۱) آیت کریمہ: ﴿قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ (المومنون آیت ۲)

اس کا معنی تاج المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ کیا ہے مُخْبِتُونَ مُتَوَاضِعُونَ لَا يَلْتَفِتُونَ يَمِينًا وَلَا شِمَالًا وَلَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ (تفسیر ابن عباس ۳۵۹) خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع یدین بھی نماز میں نہ کرے۔
 تنبیہ: تکبیر اول کی رفع ”فی الصلوة“ نہیں بلکہ خارج الصلوة ہے کیونکہ حنفیہ کے ہاں تکبیر اول شرط ہے رکن نہیں کما لا یخفی، اور عیدین دو ترجد نمازیں ہیں ان کو عام نمازوں پر قیاس کرنا درست نہیں، اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف جو رفع کا عمل منسوب کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے اور ان کے قول کے خلاف ہے۔

احادیث مبارکہ

(۱) حدیث ابی حمید الساعدیؓ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظُكُمْ لَصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوِ مَنْكَبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمَكَّنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَضَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ

كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضَهُمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْآخَرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ (صحیح بخاری صفحہ ۱۱۴ جلد ۱)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ وہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو ابو حمید الساعدی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ کی نماز تم سب سے مجھے خوب یاد ہے میں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر لے گئے اور جب رکوع کیا تو مضبوطی سے گھٹنوں کو پکڑ لیا پھر کمر کو برابر کیا پھر جب سر اٹھایا تو سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہر مورہ اپنی جگہ واپس آ گیا اور جب سجدہ کیا تو ہاتھوں کو اس طرح رکھا کہ نہ تو زمین پر بچھائے ہوئے تھے اور نہ ہی بند تھے اور پاؤں کی انگلیوں کے کنارے قبلہ کی طرف کئے ہوئے تھے پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھ گئے تو بائیں پیر پر بیٹھ گئے اور دائیں کو کھڑا کیا پھر جب آخری رکعت پر بیٹھ گئے تو بائیں پیر کو آگے نکال دیا اور دوسرے کو کھڑا کیا اور سرین پر بیٹھ گئے۔

طرز استدلال : اس موقع پر حضرت ابو حمید الساعدی رحمہ اللہ کا مقصود نماز کے افعال بتانا ہے نہ کہ اقوال و اذکار۔ حنفیہ جس طرح پوری نماز میں صرف ایک مرتبہ رفع یدین کرتے ہیں اس حدیث صحیح میں بھی صرف ایک ہی مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔
اعتراض نمبر ۱: اس حدیث میں جس طرح رکوع کی رفع کا ذکر نہیں اسی طرح ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں تو جس طرح اسکے عدم ذکر سے نفی نہیں ہوتی، رفع کے عدم ذکر سے بھی رفع کی نفی نہ ہوگی؟

جواب : ہاتھ باندھنے کے فعل پر رکوع کی رفع کو قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابو حمید رحمہ اللہ کی نظر میں ہاتھ باندھنے کی زیادہ اہمیت نہ تھی یا ذہول ہو گیا

جبکہ رفع یدین میں اس قسم کی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ شروع میں ذکر کرنا اس کی اہمیت اور عدم ذہول کی واضح دلیل ہے لہذا سیدھی اور صاف بات جو انصاف پر مبنی ہے وہ یہی ہے کہ رکوع کے وقت رفع نہیں تھی اس وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔

اعتراض نمبر ۲: ترمذی، ابوداؤد وغیرہما میں یہی حدیث ابو حمید الساعدی موجود ہے اس میں رکوع کی رفع کا ذکر بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عدم ذکر نفی کے لئے نہیں؟

جواب: اولاً رات دن بخاری، مسلم کی رٹ لگا کر یہ دعویٰ کرنے والے کہ ہماری دلیل بخاری و مسلم میں ہے، کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بخاری شریف کی حدیث کے مقابلہ میں کسی دوسری کتاب کی حدیث پیش کر کے کہے کہ بخاری کی حدیث ناقص ہے۔

ثانیاً ترمذی، ابوداؤد کی روایت پر کلام موجود ہے، محدثین نے اس کے بعض روایات پر جرح کی ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر کریں گے۔

اعتراض نمبر ۳: اس حدیث میں ”تَوَزَّك“ کا بھی ذکر ہے جس پر حنفیہ کا عمل نہیں، تو یہ آدھا تتر آدھا بٹیر کا معاملہ کیوں؟

جواب: حنفیہ کے نزدیک دونوں تعدوں میں افضل اور بہتر صورت بیٹھنے کی، افتراش کی ہے اور یہ حدیث صحیح سے ثابت ہے، اس حدیث میں جس صورت کا بیان ہے وہ بیان جو از یا عذر پر محمول ہے لہذا ہم اس حدیث کے تارک نہیں جس کا بدن بھاری ہو یا معذور ہو اس کا حکم ہمارے احناف کے ہاں بھی یہی ہے۔

سوال نمبر ۱: وہ صحیح حدیث جس میں افتراش کی صورت کا ذکر ہے کس کتاب میں ہے؟ مع صفحہ تحریر کیجئے۔

جواب: وہ حدیث صحیح، صحیح مسلم صفحہ ۱۹۴-۱۹۵ جلد ۱ پر ہے نیز امام نووی رحمہ اللہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ حنفیہ کی صریح دلیل ہے۔

سوال نمبر ۲: اگر کوئی کہے کہ یہ صورت عذر اور بیان جواز پر محمول ہے اور توڑک کی صورت اصل سنت ہے تو؟

جواب : یہ دو (۲) وجہ سے درست نہیں۔

(۱) معذور کے لئے توڑک آسان ہے افتراش مشکل ہے۔

(۲) افتراش میں چونکہ اعضاء چست رہتے ہیں اور توڑک کی نسبت اس میں تعب اور تھکاوٹ بھی زیادہ ہے اس لئے اصل و افضل صورت افتراش ہی کی ہونی چاہیے دیکھئے نماز کے دوسرے افعال میں بھی چستی کا لحاظ رکھا گیا ہے جیسے سجدہ میں ہاتھ زمین سے دور، بازو پہلو سے دور اور پیٹ ران سے دور ہونے کے حکم میں چستی ظاہر ہے۔

(۲) حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مَالِي أَرَأَيْكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسِ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ. (مسلم صفحہ ۱۸۱ جلد ۱)

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس (اس حال میں کہ ہم نوافل وغیرہ میں مصروف تھے) حضرت رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے آئے پھر فرمایا مجھے کیا ہوا کہ میں تم کو دیکھ رہا ہوں کہ تم مست شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہو، نماز میں سکون سے رہو۔

طرز استدلال : اس حدیث میں ”اسکنوا فی الصلوٰۃ“ کے جملے نے تکبیر اول اور سلام کے درمیان پوری نماز میں سکون کا حکم دے کر بتا دیا کہ اس درمیان میں رفع یدین نہیں، اور ”مَالِي أَرَأَيْكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسِ“ کے جملے نے اس رفع کو جو پہلے تھی منسوخ کر دیا۔

فالحمد لله تعالیٰ کہ حنفیہ کا پورا مسئلہ ثابت ہو گیا۔

اعترض نمبر ۱ : یہ حدیث سلام کے وقت رفع یدین کے نسخ سے متعلق ہے جیسا کہ اس سے قبل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سلام سے متعلق ہے۔

جواب : اس حدیث کو اس حدیث کے تابع کرنا تین وجہ سے درست نہیں۔

(۱) اُس میں جماعت کی نماز کا قصہ ہے جب کہ یہاں تنہا نفل نماز وغیرہ کا ذکر ہے۔

(۲) اُس میں سلام کے وقت رفع کی تصریح ہے جب کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں۔

(۳) اس میں ”اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ کہ نماز میں سکون سے رہو، کی تصریح ہے کہ پوری نماز میں سکون کا حکم ہے جب کہ اُس حدیث میں اس طرح عام حکم نہیں بلکہ اس میں خاص سلام کے وقت کا حکم بتایا گیا ہے۔

اعتراض نمبر ۲: امام نووی رحمہ اللہ نے اس کو سلام کے وقت رفع پر محمول کیا ہے۔
جواب: وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد ہیں ان کی تاویل ہم احناف پر حجت نہیں اور غیر مقلدین (جو ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے آزاد ہیں) کے لئے مفید نہیں۔
اعتراض نمبر ۳: یہ حدیث تکبیر اول کے وقت رفع یدین کے بھی تو خلاف ہے پھر وہ کیوں کرتے ہو؟

جواب: دو وجہ سے: (۱) ہمارے احناف رحمہم اللہ کے نزدیک تکبیر اول اور رفع یدین خارج الصلوة ہیں، فی الصلوة نہیں۔ (۲) اس پر اجماع ہے اور اجماع ہمارے ہاں مستقل دلیل ہے۔

اعتراض نمبر ۴: اس حدیث میں رفع یدین سے رکوع وغیرہ کی رفع مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز میں ادھر ادھر ہاتھ نہ ہلاؤ۔

جواب: یہ اعتراض تو اس پر مبنی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز خشوع و خضوع کے بغیر ہو رہی تھی ”حَاشَا وَكَأَلَا“ حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ وہ تنے کی طرح بے جان و بے حرکت کھڑے ہوتے تھے معلوم ہوا کہ یہ وہی رفع ہے جس کی شروع میں اجازت تھی یعنی رکوع سے قبل و بعد وغیرہما۔

سوال: کیا کسی حنفی نے اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال کیا ہے؟

جواب: جی ہاں! ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَلَيْسَ فِي غَيْرِ التَّحْرِيمَةِ رَفْعُ يَدٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِخَبَرِ مُسْلِمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الخ. (مرقاۃ صفحہ ۵۰۴ جلد ۲)

ترجمہ: حدیث مسلم عن جابر بن سمرۃ ؓ کی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ (لہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیر تحریم کے سوا کہیں بھی رفع نہیں۔

(۳) حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا افْتَسَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَهُ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ. (مسند حمیدی صفحہ ۲۷۷ جلد ۲، مسند ابی عوانہ صفحہ ۴۲۴ جلد ۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا اور رکوع سے سر اٹھایا تو ہاتھ نہیں اٹھائے اور نہ سجدوں کے درمیان اٹھائے۔

طرز استدلال: اس حدیث میں تصریح ہے کہ شروع میں ہاتھ اٹھاتے (یہی حنفیہ کا مسئلہ ہے) اور اس کی بھی تصریح ہے کہ رکوع سے قبل و بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے (حنفیہ بھی یہی کہتے ہیں) یہ حدیث صحیح حنفیہ کی صریح دلیل ہے اس سے مثبت و منفی دونوں دعوے ثابت ہو گئے۔
فالحمد لله تعالى بحمدی ذلین

اشکال: اس حدیث میں ”فَلَا يَرْفَعُ“ کہ آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے، شاذ ہے۔

جواب: مولوی ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بھی اپنے ایک رسالہ میں اس بات پر زور لگایا کہ ”فَلَا يَرْفَعُ“ شاذ ہے لیکن اس کو شاذ ثابت نہ کر سکے کیونکہ شاذ کو ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس حدیث کے مقابلہ میں ایسی صحیح حدیث دکھاتے جو محفوظ بھی ہو اور اس میں یہ جملہ بھی ہو کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتے رہے (کیونکہ سالبہ جزئیہ کی نقیض موجبہ کلیہ آتی ہے مہملہ اور جزئیہ اس کی نقیض نہیں بنتی) مگر وہ قضیہ مہملہ ہی دکھاتے ہیں چونکہ مولوی ارشاد الحق کا یہ جواب ان کی جماعت کو بھی پسند نہ آیا اس لئے ان کا یہ رسالہ چند دنوں میں مرحوم ہو گیا۔

اشکال : دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں جو مسند حمیدی کا قلمی نسخہ ہے اس میں اگرچہ ” یرفع یدہ “ کا جملہ رکوع کے ساتھ نہیں تو ” فلا یرفع “ بھی نہیں لہذا یہ حدیث اگر رفع کی دلیل نہیں تو ترک رفع کی دلیل بھی نہیں۔

جواب : مسند حمیدی کے قلمی نسخے کئی ہیں، اگر اس ایک قلمی نسخے میں ” لا یرفع “ نہیں، تو درج ذیل قلمی نسخوں میں ” لا یرفع “ کا جملہ موجود ہے۔

۱۔ نسخہ سعیدیہ ۲۔ نسخہ دیوبندیہ ۳۔ نسخہ عثمانیہ ۴۔ نسخہ کنڈیاں شریف، لہذا اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں، اس جملہ کا انکار صراحۃً نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث کا انکار ہے۔

تنبیہ : مزید مزید ارباب یہ ہے کہ مسند حمیدی کا نسخہ دیوبندیہ میاں نذیر حسین غیر مقلد کے دو شاگردوں نذیر حسین عرف زین العابدین اور محی الدین زینی کا لکھا ہوا ہے جو دونوں غیر مقلد ہیں۔

مدونہ صفحہ ۶۶ جلد ۱ پر صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ان الفاظ میں موجود ہے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ لِلصَّلَاةِ۔ یہ حدیث بھی دو وجہ سے ترک رفع کی دلیل ہے:

(۱) اس میں جزاء شرط پر مقدم ہے جو کہ مفید حصر اور تخصیص ہے۔

(۲) مدونہ میں اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال کیا ہے۔

(۴) حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَلَا أَصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ۔ (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

ترجمہ : علقمہ رحمہ اللہ مدعی فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ والی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا اور بس۔
توشیح حدیث:

(۱) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَسَنٌ. (ترمذی

صفحہ ۵۹ جلد ۱)

(۲) اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور تلقی بالقبول صحت حدیث کی بہت بڑی علامت

اور دلیل ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۲۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَسَنٌ وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ

وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِينَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَأَهْلِ

الْكُوفَةِ. (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور صحابہ و تابعین میں سے بے شمار

اہل علم یہی کہتے ہیں اور یہی قول سفیان اور اہل کوفہ کا ہے۔

(۳) علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَالَ صَاحِبُ الْجَوْهَرِ: فَإِنَّ

ابْنَ حَزْمٍ صَحَّحَهُ فِي الْمُحَلَّى. (الجوہر النقی علی هامش البیہقی ص ۷۷ ج ۲)

(۴) علامہ ماردینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی توثیق فرمائی ہے، فرماتے ہیں

”وَالْحَاصِلُ أَنَّ رِجَالَ هَذَا الْحَدِيثِ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ“ (الجوہر النقی ۲/۷۸)

(۵) علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا دارو مدار عاصم بن

کلب پر ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ امام ابن معین رحمہ اللہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (نصب

الرأیہ صفحہ نمبر ۱، ۳۰ ج ۱)

(۶) امام ابن قطان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حوالہ بالا)

(۷) امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔ (حوالہ بالا)

(۸) امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ”کامل“ میں اسے صحیح فرمایا ہے۔ (الکوکب الدرر

صفحہ ۱۳۲، بحوالہ نور الصباح)

(۹) محمد خلیل براس غیر مقلد فرماتے ہیں: وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَحَسَنٌ

التِّرْمِذِيُّ. یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

(حاشیہ محلی صفحہ ۲۹۲، جلد ۲، بحوالہ نور الصباح)

(۱۰) علامہ احمد محمد شاہ کرغیر مقلد فرماتے ہیں: وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَمَا قَالُوهُ

فِي تَعْلِيلِهِ لَيْسَ بِعِلَّةٍ. (شرح ترمذی صفحہ ۴۱، جلد ۲، بحوالہ نور الصباح)

”یہ حدیث صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس میں علتیں بیان کی ہیں وہ (صحیح نہیں کیونکہ)

اس میں کوئی علت نہیں۔“

(۱۱) مولانا عطاء اللہ غیر مقلد فرماتے ہیں: ثم لم يعدد کے جملہ کے متعلق بعض لوگوں

نے گفتگو کی ہے لیکن قوی اور مضبوط بات یہ ہے کہ یہ جملہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

سے ثابت ہے۔ (الی قولہ) اور بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (تعلیقات سلفیہ علی سنن النسائی صفحہ

۱۲۳، جلد ۱، بحوالہ نور الصباح)

اعتراض: امام ترمذی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ”لَمْ

يُثْبِتْ حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ الْخ“ نقل کر کے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے۔

جواب نمبر ۱: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو حدیثیں مروی ہیں۔

(۱) قولی (۲) عملی یعنی جس میں خود عمل کر کے بتا دیا، اعتراض کا تعلق قولی

روایت سے ہے، عملی روایت پر کوئی اعتراض نہیں، دو وجہ سے۔ (۱) عملی روایت کو خود عبد اللہ

بن مبارک رحمہ اللہ نے روایت کر رہے ہیں دیکھو۔ (نسائی صفحہ ۱۱ جلد ۱)

(۲) عملی روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے دیکھو۔ (ترمذی صفحہ ۵۹

جلد ۱)

جواب نمبر ۲: بالفرض اگر عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے قول ”لَمْ يَثْبُتْ“ کا

تعلق اس عملی روایت سے ہوتا جس سے ہم استدلال کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اگر ان

کے ہاں ثابت نہیں ان کے سوا بہت سے جلیل القدر محدثین کے ہاں ثابت ہے۔

علامہ مارونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ عَدَمَ ثُبُوْتِهِ عِنْدَ ابْنِ الْمُبَارَكِ

مُعَارِضٌ ثُبُوْتِهِ عِنْدَ غَيْرِهِ فَاِنَّ ابْنَ حَزْمٍ صَحَّحَهُ فِي الْمَحَلِّيِّ وَحَسَنَهُ التِّرْمِذِيُّ

وَقَالَ بِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ وَهَذَا مِمَّا لَا اخْتِلَافَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ فِيهِ، وَقَالَ صَاحِبُ الْإِمَامِ مُلَحَّصُهُ عَدَمُ ثُبُوتِهِ عِنْدَ ابْنِ الْمُبَارَكِ لَا يَمْنَعُ مِنْ اخْتِبَارِ خَالِ رِجَالِهِ الْخ. (الجوهر النقي على هامش البيهقي الصفحة ۷۷ المجلد ۲)

اعترض : یہ عبداللہ بن مسعود ؓ کی خطا اور نسیان کا نتیجہ ہے جیسے معوذتین و فاتحہ کو قرآن تسلیم نہ کرنے اور تطبیق کرنے وغیرہ امور میں ان سے خطا ہو چکی ہے۔

جواب نمبر ۱ : بھول اور نسیان سے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات محفوظ ہے انسان سے نسیان صادر ہو سکتا ہے خود آپ ﷺ سے نسیان کا صدور ثابت ہے (بخاری) کیا چند مرتبہ نسیان کے تحقق سے بدوں دلیل یہ فیصلہ کرنا درست ہے کہ یہاں بھی نسیان اور خطا ہے؟ ہرگز نہیں جبکہ زیر نظر مسئلہ ترک رفع میں تو آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ و تابعین ؓ کی جم غفیر بھی ہے۔

جواب نمبر ۲ : علامہ ابن حزم غیر مقلد لکھتے ہیں کہ معوذتین و فاتحہ کو قرآن تسلیم نہ کرنے کی روایت جھوٹی اور موضوع ہے (محلّی ۱۳) والنفسیل المزیّد فی ”نور الصباح“، اور ”وما خلق الذکر والانشی“ کی جگہ ”والذکر والانشی“ پڑھنا اختلاف قراءت پر مبنی ہے، حضرت ابوذر راء ؓ کی قراءت بھی یہی تھی، دیکھیے صحیح بخاری ص ۵۲۹ و ۵۳۰ ج ۱۔

تطبیق کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا کہ ان کی رائے میں دونوں برابر ہوں جیسے حضرت علی ؓ تطبیق اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو برابر سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۲۵۴/۱ فتح الباری ۲۸۷/۲، بحوالہ النور)

دو مقتدیوں کے درمیان میں کھڑے ہونے کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل بقول حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نافی اس لئے کیا کہ شاید ان میں سے ایک نابالغ تھا۔ (بدائع الفوائد ۹۱/۴، بحوالہ النور) عرفات کے موقع پر جمع بین الصلوٰتین کے علم نہ ہونے کا اعتراض نسائی کی اس روایت کے خلاف ہے عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الصَّلَاةَ لَوْ قُتِلَ إِلَّا بِجَمْعٍ وَ عَرَفَاتٍ، اس روایت میں نماز عرفات کی تصریح ہے۔

(۵) حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيبٍ مِّنْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُودُ. (سنن أبی داود الصفحة ۱۰۹ المجلد ۱)

”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر (پوری نماز میں یہ رفع کا عمل) دوبارہ نہ کرتے۔“

اعتراض نمبر ۱: امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے؟

جواب: امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو تین طرق سے ذکر کیا ہے جن میں سے تیسرے طریق میں ایک راوی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں جو ضعیف ہیں، اس کی وجہ سے امام ابوداؤد نے ”هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ“ کہہ کر اسی خاص طریق کی تضعیف کی ہے اور شروع کے دونوں طریق پر انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا بلکہ سکوت اختیار کیا ہے اور ان کا سکوت ان دونوں طریق کی صحت کی دلیل ہے۔

اعتراض نمبر ۲: ”ثُمَّ لَا يَعُودُ“ کی زیادتی صرف ”شریک“ کا تفرد ہے چنانچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ هُشَيْمٌ وَ خَالِدٌ وَ ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ يَزِيدَ وَلَمْ يَذْكُرُوا ”ثُمَّ لَا يَعُودُ“

جواب: ”شریک“ کا تفرد مسلم نہیں، کیونکہ ان کے بہت سے متابعات موجود ہیں۔ حافظ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسمعیل بن زکریا، ہشیم اور اسرائیل بن یونس وغیرہ سے بھی یہ زیادتی نقل فرمائی ہے، فرماتے ہیں ”قُلْتُ، يُعَارِضُ هَذَا قَوْلَ ابْنِ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ رَوَاهُ هُشَيْمٌ وَ شَرِيكٌ وَ جَمَاعَةٌ مَعَهُمَا عَنْ يَزِيدَ بِإِسْنَادٍ قَالُوا فِيهِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ وَ أَخْرَجَهُ الدَّارُ قُطْنِي كَذَلِكَ مِنْ رِوَايَةِ اسْمَاعِيلَ بْنِ زَكْرِيَّا عَنْ يَزِيدَ وَ أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْخِلَافَاتِ مِنْ طَرِيقِ السُّنْزَرِيِّ عَنْ إِسْرَائِيلَ هُوَ ابْنُ يُونُسَ. ابْنُ أَبِي اسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ. (الجزء الثانی علی هامش البیہقی الصفحة ۷۶ المجلد ۲)

نیز خود سنن ابی داود میں یہی روایت ”لَا يَعُوذُ“ کی زیادتی کے ساتھ شریک کے علاوہ سفیان کے طریق سے بھی مروی ہے۔ (سنن ابی داود صفحہ ۹۰۹ جلد ۱)

اعتراض نمبر ۳: سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ یزید بن ابی زیاد جب تک مکہ مکرمہ میں تھے اس وقت تک ”ثُمَّ لَا يَعُوذُ“ کی زیادتی کے بغیر روایت کرتے جب کوفہ آئے تو ”ثُمَّ لَا يَعُوذُ“ کا جملہ روایت کرنا شروع کر دیا گویا اہل کوفہ نے اس جملہ کی ایسی تلقین کی، کہ وہ اس زیادتی کے روایت کرنے پر مجبور ہوئے، اس اعتراض کی طرف امام ابو داود رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے ”قَالَ سُفْيَانُ قَالَ لَنَا بِالْكُوفَةِ بَعْدُ ثُمَّ لَا يَعُوذُ“۔

جواب: سفیان بن عیینہ کی طرف اس قول کی نسبت دو وجہ سے درست نہیں۔ (۱) امام بیہقی رحمہ اللہ نے سفیان کا یہ قول محمد بن حسین البر بھاری اور ابراہیم الرمادی کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور یہ دونوں راوی انتہائی ضعیف ہیں۔ بر بھاری کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے برقانی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کذاب ہے اور الرمادی کے بارے میں خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”میزان الاعتدال“ میں لکھا ہے کہ وہ سفیان بن عیینہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کرتا تھا جو انہوں نے نہیں کہے۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳ جلد ۲)

نیز حافظ مادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَمْ يَرَوْ هَذَا الْمَتْنَ بِهَذِهِ الزِّيَادَةِ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ بَشَّارٍ كَذَا حَكَاهُ صَاحِبُ الْاِمَامِ عَنِ الْحَاكِمِ وَابْنِ بَشَّارٍ قَالَ فِيهِ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيٍّ وَذَمَّهُ أَحْمَدُ ذَمًّا شَدِيدًا وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ لَيْسَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكُنْ يَكْتُبُ عِنْدَ سُفْيَانَ وَمَا رَأَيْتُ فِي يَدِهِ قَلَمًا قَطُّ وَكَانَ يُمْلِي عَلَى النَّاسِ مَا لَمْ يَقُلْهُ سُفْيَانُ. (الجوهر النقي الصفحة ۷۷ المجلد ۲)

الحاصل: ان مجروحین کی روایت چنداں قابل اعتبار نہیں۔

(۲) تاریخی اعتبار سے بھی سفیان کی طرف اس قول کی نسبت بالکل غلط ہے کیونکہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید پہلے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اور بعد میں کوفہ آئے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یزید کی ولادت ہی کوفہ میں ہوئی تھی اور وہ ساری عمر کوفہ ہی میں رہے لہذا اہل کوفہ کی

تلقین سے روایت کو بدلنے کا کوئی مطلب نہیں بنتا، مزید یہ کہ یزید کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی، اور سفیان کی ولادت ۱۰۷ھ میں ہوئی، گویا یزید کی وفات کے وقت سفیان کی عمر اسی سال کے لگ بھگ تھی، اور خود سفیان بن عیینہ بھی کوئی ہیں اور ان کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ ۱۶۳ھ میں گئے تھے معلوم ہوا کہ سفیان جب مکہ گئے ہیں اس وقت یزید بن ابی زیاد کی وفات کو تقریباً ستائیس سال گزر چکے تھے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سفیان یہ حدیث یزید سے مکہ میں بھی سن لیں اور اس کے بعد کوفہ میں بھی؟ لہذا سفیان بن عیینہ کی طرف اس مقولہ کی نسبت درست نہیں۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳ جلد ۲)

تنبیہ: یاد رکھئے! امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سفیان بن عیینہ کا جو مقولہ نقل کیا ہے اس میں اہل کوفہ کی تلقین کی کوئی صراحت نہیں بلکہ یہ ممکن ہے کہ یہ روایت دونوں طرح مروی ہو، اختصاراً، یعنی ”لایعود“ کی زیادتی کے بغیر اور تفصیلاً یعنی ”لایعود“ کی زیادتی کے ساتھ اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک راوی کسی حدیث کو بعض اوقات تفصیلاً روایت کرتا ہے جیسا کہ سنن دارقطنی ۱/۱۱۱ میں عدی بن ثابت اس کو دونوں طرح روایت کرتے ہیں اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ کسی حج کے موقع پر یہ دونوں حضرات اکٹھے ہو گئے ہوں، وہاں سفیان نے یہ حدیث یزید سے بغیر اس زیادتی کے سنی ہو اور پھر دوبارہ کوفہ میں ”لایعود“ کی زیادتی کے ساتھ سنی ہو، الْحَاصِلُ أَنَّهُ لَيْسَ ذَالِكَ اضْطِرَابًا وَلَا تَلَقُّنَا وَإِنَّمَا هُوَ اخْتِصَارٌ مَّرَّةً وَتَفْصِيلٌ أُخْرَى (درس ترمذی صفحہ ۳۳، ۳۴ جلد ۲)

(۶) حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ تَرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَاسْتِقْبَالَ الْبَيْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالْمَوْقِفَيْنِ وَعِنْدَ الْحَجَرِ زَوَاةِ الطُّبْرَانِيِّ وَالْبَزَارِ. (مجمع الزوائد ۲/۲۷۲)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سات مقامات پر رفع یدین کیا جائے شروع نماز میں اور استقبال بیت کے وقت اور صفا

اور مروہ کے قیام کے وقت اور موقوفین کے پاس اور حجر اسود کے پاس۔

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ نے ”ہدایہ“ میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ان سات مقامات میں تکبیر افتتاح کا تو ذکر ہے لیکن رکوع سے قبل و بعد کی رفع کا کوئی ذکر نہیں۔
حضرت انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ نے ”نیل الفرقان“ میں ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث قابل استدلال ہے۔ (درس ترمذی)

اعترض نمبر ۱: یہ حدیث ”الحکم عن المقسم“ کے طریق سے مروی ہے اور حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ حدیث ان میں سے نہیں ہے۔
جواب: حکم نے مقسم سے ان چار کے علاوہ دوسری احادیث بھی سنی ہیں اور چار احادیث سننے کی بات استقرائی ہے تحقیقی نہیں، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایسی احادیث کی تعداد پانچ بتلائی ہے جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں متعدد ایسی احادیث نقل کی ہیں جو ان پانچوں کے علاوہ ہیں اور حافظ زیلعی رحمہ اللہ نے (نصب الرایۃ ۱۹۱ وما بعدها) میں کچھ دوسری احادیث بھی شمار کرائی ہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حکم کا مقسم سے سماع صرف انہی روایات پر منحصر نہیں لہذا محض اس استقراء کی بنیاد پر اس حدیث کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ (اعلاء السنن صفحہ ۸۲ جلد ۳، درس ترمذی صفحہ ۳۴ جلد ۲)
اعترض نمبر ۲: یہ حدیث رفعاً ووقفاً مضطرب ہے۔

جواب: یہ اضطراب نہیں، بلکہ حدیث دونوں طرح مروی ہے اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک صحابی بعض اوقات کسی حدیث کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا، اور طبرانی نے مرفوع حدیث امام نسائی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کی ہے، لہذا یہ مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے اور قابل استدلال ہے (درس ترمذی، اعلاء السنن)

اعترض نمبر ۳: اس میں ابن ابی لیلیٰ متفرد ہے۔

جواب نمبر ۱: یہ متفرد نہیں، کیونکہ معجم طبرانی میں یہی حدیث دوسری سند سے موجود ہے

جس میں ابن ابی لیلیٰ نہیں، اور اس دوسری سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں، علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قُلْتُ: وَرِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ إِلَّا سَيْفُ بْنُ عُبَيْدٍ اللَّهُ فَضْدُوقٌ كَمَا فِي التَّقْرِيبِ صَفْحَةُ ۸۳. (اعلاء السنن صفحہ ۸۱ جلد ۳)

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے طریق سے ایک اور سند سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے قَالَ الْعَلَامَةُ الْعُثْمَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ نَاجِي: وَأَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيقِ الشَّافِعِيِّ... وَزَادَ "وَعَلَى الْمَيِّتِ" (اعلاء السنن صفحہ ۸۱ جلد ۳)

جواب نمبر ۲: اگر اس کا تفرّد تسلیم کر لیا جائے تو بھی چنداں مضر نہیں کیونکہ امام عجمی رحمہ اللہ نے ان کی توثیق فرمائی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان کی کئی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

قَالَ الْعَلَامَةُ الْعُثْمَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ نَاجِي: عَلِيُّ بْنُ أَبِي لَيْلَى وَثَقَّهُ الْعَجَلِيُّ وَصَحَّحَ لَهُ التِّرْمِذِيُّ أَحَادِيثَ، مِنْهَا حَدِيثُهُ فِي بَابِ مَا جَاءَ مَتَى يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ فِي الْعُمْرَةِ. (ترمذی ۱۱۱۱، اعلاء السنن ۸۱۳)

اعتراض نمبر ۴: سات جگہوں میں رفع کا انحصار ناممکن اور محال ہے کیونکہ روایات کثیرہ صحیحہ سے ان کے علاوہ بھی رفع ثابت ہے جیسے استقاء کے موقع پر اور دعا میں اور قنوت و ترغیرہ میں رفع یدین ثابت ہے۔

جواب: صاحب البحر رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں اس رفع کا انحصار ہے جو سنت موکدہ ہے لہذا اس سے مطلق رفع یدین کی نفی لازم نہیں آتی۔

قَالَ الْعُثْمَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ نَاجِي: فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: أَنَّ الْمُرَادَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ عَلَى وَجْهِ السُّنَّةِ الْمَوْءُ كَذَلِكَ إِلَّا فِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ، وَلَيْسَ مُرَادُهُ النَّفْيَ مُطْلَقًا، لِأَنَّ رَفَعَ الْأَيْدِي وَقَتَ الدُّعَاءِ وَالْقُنُوتِ وَغَيْرِهِمَا مُسْتَحَبٌّ، كَمَا عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ فِي سَائِرِ الْبِلَادِ وَهَكَذَا ذَكَرَ الْعَيْنِيُّ فِي شَرْحِ الْهَدَايَةِ أَهْ مِنْ بَدَلِ الْمَجْهُودِ ۲/۸ (اعلاء السنن صفحہ ۸۳ جلد ۳)

(۷) حدیث ابی مالک الاشعریؓ

حضرت عبدالرحمن بن غنم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعریؓ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا:

”يَا مَعْشَرَ الْأَشْعَرِيِّينَ اجْتَمِعُوا وَاجْمِعُوا نِسَائِكُمْ وَأَبْنَائَكُمْ أَعْلَمُكُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ صَلًى لَنَا بِالْمَدِينَةِ“....

”اے اشعری قوم! جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کرو تا کہ تمہیں میں جناب نبی کریم ﷺ کی نماز کی تعلیم دوں جو آپ ﷺ مدینہ منورہ میں ہمیں پڑھایا کرتے تھے (پھر جمع ہو جانے کے بعد بالترتیب مردوں، بچوں اور عورتوں کی صفیں بنائی گئیں اور حضرت اشعریؓ نے آگے ہو کر نماز پڑھانا شروع کیا ”ثُمَّ أَقَامَ فَتَقَدَّمَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ الْخ“ اور ابتداء نماز میں رفع یدین کر کے تکبیر کہی، پھر فاتحہ اور سورۃ دونوں کو خاموشی سے پڑھا اور پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سبحان اللہ و بحمدہ تین بار کہا اور پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوبارہ سجدہ کیا، پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہوئے، پس آپ ﷺ کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ ہو گئیں جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی پس جس وقت نماز پڑھائی تو قوم کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود کو سیکھ لو، کیونکہ یہ آپ ﷺ کی وہ نماز ہے جو ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے“۔ رواہ احمد فی

مسندہ ۳۴۱/۵ والطبرانی فی الکبیر۔ (مجمع الزوائد ۲/۳۱۷)

نوٹ: یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

نوٹ: قارئین کرام! اس حدیث میں تکبیر تو ہر اونچ اور نیچ میں تھی مگر ساری نماز میں رفع الیدین صرف پہلی تکبیر کے ساتھ تھا، اور حضرت ابو مالک اشعریؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی مدینہ والی نماز یہی ہے۔ (جس میں انہوں نے صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا اور بس۔) اب غیر مقلدین حضرات کی مرضی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی مدینہ منورہ والی نماز کے

مطابق عمل کریں یا اس کی مخالفت کریں۔

(۸) حدیث اُبی ہریرہؓ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا (سنن أبی داود ۱۱۰/۱) یعنی جب آپ ﷺ نماز شروع فرماتے تو خوب رفع یدین کرتے۔

طرز استدلال: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رفع یدین صرف ابتداء میں ہے اس کے بعد رکوع وغیرہ کے وقت نہیں ہے۔ اس وجہ سے امام ابو داود رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوعِ“ میں ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ امام ابو داود رحمہ اللہ نے اس حدیث کے نزدیک یہ حدیث ترک رفع یدین میں صریح اور نص ہے۔

(۹) حدیث وائل بن حجرؓ

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ؓ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَأُكْسِيَّةٌ (سنن أبی داود ۱۰۵/۱)

حضرت وائلؓ فرماتے ہیں: میں نے حضرت نبی ﷺ کو نماز شروع کرتے دیکھا آپ ﷺ نے اپنے کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھائے (حضرت وائلؓ) فرماتے ہیں کہ پھر میں (دوبارہ سردی کے موسم میں) آیا تو میں نے ان (صحابہؓ) کو دیکھا وہ شروع نماز میں سینوں تک ہاتھ اٹھاتے اور ان پر جبے اور کمبل تھے۔

نوٹ: یہ حدیث امام ابو داود رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح اور قابل حجت ہے کیونکہ اس حدیث پر انہوں نے کسی قسم کا کلام نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا ہے اور ان کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صالح للاحجاج ہے۔

نوٹ: حضرت وائلؓ آپ ﷺ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوئے ہیں۔ جب یہ دوسری مرتبہ تشریف لائے تو سردی کا زمانہ تھا، صحابہؓ جبے اور کمبل اوڑھے ہوئے نماز پڑھ

رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت واکل ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز کے شروع میں ان کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔

قارئین کرام! دوبارہ آنے کے موقع کی سنن ابی داؤد میں جتنی روایتیں ہیں کسی ایک میں بھی رکوع کے وقت رفع کا ذکر نہیں جبکہ ہم نے صحیح سند سے ابتداء نماز میں رفع کا باحوالہ ثبوت پیش کیا ہے۔

نوٹ: اس دوسری مرتبہ آنے کی روایت کی وجہ سے ان کی پہلی مرتبہ والی روایات منسوخ سمجھی جائیں گی۔

(۱۰) حدیث عباد بن الزبیر رحمہ اللہ تعالیٰ

عَنْ عَبَادِ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا فِي شَيْءٍ حَتَّى يَفْرُغَ (نصب الراية صفحہ ۴۰۴، بحوالہ خلافيات بیہقی)

”حضرت عباد رحمہ اللہ نفعی فرماتے ہیں کہ آپ ؐ ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر ساری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔“

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نفعی فرماتے ہیں: کہ اس کی سند صحیح ہے (العرف الشذی فی الترمذی ج ۱ ص ۶۷)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نفعی اس جیسی ایک سند کے بارے میں فرماتے ہیں: رِجَالُهُ ثِقَاتٌ کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (نور الصباح صفحہ ۸۰)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد اس قسم کی ایک سند کے بارے میں لکھتے ہیں ”رَوَاتُهُ ثِقَاتٌ“ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ۱/ ۲۲۳ بحوالہ نور الصباح)

اعتراف: حضرت عباد تابعی ہیں لہذا یہ حدیث مرسل ہے۔

جواب: علامہ نووی رحمہ اللہ نفعی فرماتے ہیں: وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَحْمَدَ وَأَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ أَنَّهُ يُحْتَجُّ بِهِ وَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ إِذَا انْضَمَّ إِلَى الْمُرْسَلِ مَا يَعْضُدُهُ احْتِجُّ بِهِ (نووی شرح مقدمہ مسلم ۱/ ۱۷)، یعنی امام مالک و امام

ابو حنیفہ و امام احمد اور اکثر فقہاء رحمہم اللہ نفاذی مرسل حدیث کو قابلِ حجت سمجھتے ہیں اور امام شافعی رحمہم اللہ نفاذی فرماتے ہیں کہ اگر مرسل حدیث کی کسی اور حدیث سے تائید ہو جائے تو پھر وہ قابلِ حجت ہے۔

﴿آثار صحابہ﴾

(۲۱) اثر خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق

و خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ) قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَقَدْ قَالَ مَرَّةً: فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى.

و فی مسند ابی یعلیٰ رقم الحدیث ۵۰۳۹ (مجمع الزوائد مع التحشیہ ۲/۲۶۹)

”حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی، ان سب نے شروع نماز کے علاوہ پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا۔

توثیق: قَالَ الْعَلَامَةُ الْمَارْدِيْنِي رَحِمَهُ اللَّهُ نَافِي: قَالَ الْفَلَّاسُ (مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ) صُدُوقٌ، أَدْخَلَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثَّقَاتِ، وَ ثَقَّاهُ يَحْيَى الْقَطَّانُ وَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعَجَلِيُّ، وَ قَالَ شُعْبَةُ كَانَ صُدُوقُ اللِّسَانِ. (الجوهر النقي ۲/۷۸)

علامہ ماردینی رحمہم اللہ نفاذی فرماتے ہیں: فلاس نے کہا ہے وہ صدوق ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں داخل کیا ہے، یحیی القطان اور احمد بن عبداللہ العجلی نے اس کی توثیق کی ہے، اور شعبہ میں کہا ہے وہ صدوق اللسان تھا۔

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ. قَالَ وَ رَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ وَ الشَّعْبِيَّ يَقْعَلَانِ ذَلِكَ (الطحاوی ۱/۱۶۴)

۱۶۴ و اللفظ له، وابن ابی شیبہ ۱/۲۶۸

”حضرت اسود رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ (نماز میں) پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے پھر پوری نماز میں دوبارہ نہ کرتے۔

توثیق: قَالَ النِّمَوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَهُوَ أَثَرٌ صَحِيحٌ. (آثار السنن ۱۳۶) فرماتے ہیں کہ یہ اثر صحیح ہے۔

قَالَ الْإِمَامُ الطَّحَاوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ. (الطحاوی ۱/۱۶۴) فرماتے ہیں کہ یہ صحیح حدیث ہے۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ التُّرْكُمَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَهَذَا السَّنَدُ أَيْضاً صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ. (الجوہر النقی ۲/۷۵)

فرماتے ہیں کہ یہ سند بھی صحیح ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرط کے مطابق ہے۔
قَالَ النِّمَوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَهَذَا رِجَالُهُ ثِقَاتٌ. (الدرایہ ۱/۱۵۲، آثار السنن ۱۳۶) فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس سند کے رجال ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

(۳) عمل خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ان کا عمل بھی دوسرے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی طرح ترک رفع ہی کا تھا۔ دو وجہ سے: (۱) آپ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور ان کا عمل ترک رفع کا تھا۔ (عمدة القاری ۴/۳۷۹)

قَالَ الْمَارْدِیْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: لَمْ أَجِدْ أَحَدًا ذَكَرَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي جُمْلَةٍ مَنْ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوعِ وَالرُّفْعِ مِنْهُ (الجوہر النقی ۲/۸۰) فرماتے ہیں: کسی نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں میں سے شمار نہیں کیا جو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(۴) عمل خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ مِّنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدَهُ. (الطحاوی ۱/۱۶۳، المدونۃ الکبریٰ ۱/۱۶۶، موطا امام محمد ۹۰)

فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علیؓ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر (پوری نماز میں) دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔

توثیق: قَالَ الْعَيْنِيُّ رحمه الله تعالى: إِسْنَادُ حَدِيثِ عَاصِمِ بْنِ كُثَيْبٍ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ (عمدة القاری ۴/۳۸۲) فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق ہے۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ الزُّيْلَعِيُّ رحمه الله تعالى: وَهُوَ أَثَرٌ صَحِيحٌ. (الجوهر النقی ۲/۷۸) فرماتے ہیں: یہ اثر صحیح ہے۔

قَالَ الْمَارْدِينِيُّ رحمه الله تعالى: وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ. (الجوهر النقی ۲/۷۸) فرماتے ہیں: اس کے سب راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

قَالَ الْإِمَامُ الطَّحَاوِيُّ رحمه الله تعالى: فَحَدِيثُ عَلِيٍّ إِذَا صَحَّ فِيهِ أَكْبَرُ الْحُجَّةِ لِقَوْلِ مَنْ لَا يَرَى الرُّفْعَ. (الطحاوی ۱/۱۶۳) فرماتے ہیں: کہ جب حضرت علیؓ کی حدیث صحیح ہوگی تو اس میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑی حجت مل گئی جو رفع یدین کے قائل نہیں۔
نوٹ: یہاں لفظ اذا صرف ظرفیت کے لئے ہے شرط کے لئے نہیں۔

قَالَ الْعَيْنِيُّ رحمه الله تعالى: وَاعْلَمْ أَنَّ كَلِمَةَ إِذَا لَيْسَتْ لِلشَّرْطِ لِأَنَّ صِحَّةَ حَدِيثِ عَلِيٍّ رَوَاهُ أَبُو سَلَمَةَ لَا يُشَكُّ فِيهَا بَلْ لِمَجَرَّدِ الظَّرْفِيَّةِ فَافْهَمْ (حاشیۃ الطحاوی ۱/۱۶۳)

(۱۰۳۵) عمل عشرہ مبشرہ ﷺ

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمه الله تعالى: وَفِي الْبَدَائِعِ: رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّهُ قَالَ: الْعَشْرَةُ الَّذِينَ شَهِدَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ مَا كَانُوا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ. (عمدة القاری ۴/۳۸۰)

”فرماتے ہیں اور بدائع میں ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دس صحابہؓ جن کو آپ ﷺ نے (ایک ہی مجلس میں) جنت کی بشارت دی تھی وہ صرف

نماز کی ابتدا میں رفع یدین کرتے تھے اور بس۔

(۱۱) اجماع اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ حَسَنٌ وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ
مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ التَّابِعِينَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَ أَهْلِ
الْكُوفَةِ (جامع ترمذی ۵۹/۱)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد امام ترمذی ابو عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ابن
مسعود (رضی اللہ عنہ) کی حدیث ترک رفع یدین، حسن ہے اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم میں سے بے شمار
اہل علم یہی فرماتے ہیں (کہ پوری نماز میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے اور
بس) اور یہی قول ہے سفیان اور اہل کوفہ کا رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(۱۲) عمل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: صَلَّى خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ
إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ. (الطحاوی ۱/۱۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۸،
عمدة القاری ۴/۳۸۰)

”جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ میں نے حضرت عبداللہ بن
عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی پس وہ نماز کی پہلی تکبیر کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں
کرتے تھے“ (اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں تو یہ ہے کہ میں نے جب بھی ان کو دیکھا ہے وہ
صرف پہلی ہی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور بس)

توثیق: قَالَ الطَّحَاوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: فَإِنْ قَالَ قَائِلُ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، قِيلَ
لَهُ: وَمَا ذَلِكَ عَلَى ذَلِكَ فَلَنْ تَجِدَ إِلَى ذَلِكَ سَبِيلًا. (الطحاوی ۱/۱۶۳) امام
طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتراض کرنا بلا دلیل ہے۔

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَبُيِّنَ النُّسخَ مَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادٍ

صَحِيحٍ. (عمدة القاری ۴/۳۸۰)

فرماتے ہیں: کہ نسخ کی تائید (مجاہد رحمہ اللہ نعمانی کی) اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو امام طحاوی رحمہ اللہ نعمانی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۱۳) عمل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ (النُّخَعِيِّ) رَحِمَهُ اللّٰهُ نَعْمَانِي قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ اِلَّا فِي الْاِفْتِيْحِ. (الطحاوی ۱/۱۶۴)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نعمانی فرماتے ہیں: کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے اس کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے۔

توثیق: قَالَ الْمُحَدِّثُ السَّهَارَنُفُورِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ نَعْمَانِي: وَاسْنَادُهُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ. (البدل ۲/۱۰) فرماتے ہیں کہ اس مرسل کی سند جید اور قابلِ حجت ہے۔
اعتراض: ابراہیم کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی لہذا یہ روایت مرسل ہے جو کہ قابلِ حجت نہیں ہونی چاہئے۔

جواب: قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ نَعْمَانِي: قُلْتُ عَادَةً اِبْرَاهِيْمَ اِذَا اُرْسِلَ حَدِيثًا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يُرْسِلْهُ اِلَّا بَعْدَ صَحِيحِهِ عِنْدَهُ مِنَ الرِّوَاةِ عَنْهُ وَبَعْدَ تَكَاثُرِ الرِّوَايَاتِ عَنْهُ وَلَا شَكَّ اَنَّ خَيْرَ الْجَمَاعَةِ اَقْوَى مِنْ خَيْرِ الْوَاحِدِ وَ اَوَّلَى. (عمدة القاری ۴/۳۸۱)

جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان کا یہ ارسال معتبر اور قابلِ حجت ہے کیونکہ ان کی عادت یہ ہے کہ آپ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس صورت میں ارسال کرتے ہیں جب کثرتِ رواۃ اور کثرتِ روایات کے ذریعہ ان کی بات صحت کے ساتھ پہنچ جائے لہذا ان کی نقل کردہ خبر دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور اولیٰ ہے۔

(۱۴) عمل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

قَالَ مُحَمَّدٌ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِي نَعِيْمُ الْمُجْمِرُ وَ اَبُو جَعْفَرٍ الْقَارِيُّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُصَلِّيْ بِهَمْ فَكَبَّرَ كُلَّمَا خَفِضَ وَ رَفَعَ قَالَ اَبُو

جَعْفَرٍ : وَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ وَ يَفْتَحُ الصَّلَاةَ قَالَ مُحَمَّدٌ : السُّنَّةُ أَنْ يُكَبِّرَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ كُلَّمَا خَفِضَ وَ كُلَّمَا رَفَعَ وَ إِذَا انْحَطَّ لِلْسُّجُودِ كَبَّرَ وَ إِذَا انْحَطَّ لِلْسُّجُودِ الثَّانِي كَبَّرَ وَ أَمَّا رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يَرْفَعُ الْيَدَيْنِ حَذْوِ الْأُذُنَيْنِ فِي ابْتِدَاءِ الصَّلَاةِ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ لَا يَرْفَعُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَاةِ بَعْدَ ذَلِكَ وَ فِي ذَلِكَ آثَارٌ كَثِيرَةٌ (موطا الامام محمد / ۸۸)

”مجموعہ اور ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھاتے اور ہر اونچ نیچ پر تکبیر کرتے۔ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز شروع کر کے تکبیر کرتے تو اس کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں ہر اونچ نیچ پر تکبیر کہے اور پہلے دوسرے سجدے کے طرف جب جائے تو بھی تکبیر کہے اور نماز میں رفع یدین کی جو بات ہے تو ابتدا نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھائے گا اس کے بعد پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرے گا اور اس رفع یدین نہ کرنے سے متعلق آثار کثیرہ موجود ہیں۔“

﴿آثار تابعین وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ﴾

(۱) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد لکھتے ہیں: عَنْ اِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا كَبَّرْتَ فِي فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ فَارْفَعْ يَدَيْكَ ثُمَّ لَا تَرْفَعُهُمَا فِيمَا بَقِيَ. (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۶/۱)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ شروع نماز میں تکبیر تحریم کے ساتھ رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں کہیں بھی نہ کرو۔“

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیثوں کے پرکھنے میں صراف اور نقاد تھے اور بلند علماء اور محدثین میں سے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۸/ ۶۹ بحوالہ نور

(الصباح)

نوٹ: اس صراف حدیث اور ماہر نے پرکھنے کے بعد ترک رفع کی احادیث کو قابل عمل سمجھا اور رفع کی احادیث کو غیر معمول بہا اور مؤول سمجھ کر چھوڑ دیا۔

(۲) حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ التابعی الکبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ مُسْلِمٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ كَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ شَيْءٍ إِذَا كَبَّرَ (ابن أبي شيبة ۱/۲۶۷) یعنی حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ صرف ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے تھے۔

امام ترمذی اور مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد دونوں فرماتے ہیں: کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ملاقات کا شرف پایا ہے۔ (سنن الترمذی ۲/۱۸۲، تحفۃ الاحوذی ۱/۱۷۴ بحوالہ نور الصباح)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ ابن ابی لیلیٰ اجل تابعین میں سے تھے۔ (شرح مسلم ۱/۷-۶ بحوالہ نور الصباح)

نوٹ: قارئین کرام! اتنے بڑے تابعی ترک رفع یدین پر عمل تب کر سکتے ہیں کہ انہوں نے خود حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترک رفع کا عمل کرتے ہوئے دیکھا ہو۔

(۳) حضرت امام شعبی تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرَةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا. (ابن أبي شيبة ۱/۲۶۷)

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد نہیں کرتے۔ صاحب مشکوٰۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ سو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ (الاکمال ۱۶ بحوالہ نور الصباح)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد کہتے ہیں: یہ کوئی ہیں ثقہ مشہور فقیہ اور فاضل ہیں اور انہوں نے خود کہا ہے کہ میں نے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ۲/۱۸۹ بحوالہ نور الصباح)

امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَاعِدْتُ ابْنَ عُمَرَ قَرِيبًا مِنْ سَنَتَيْنِ أَوْ سَنَةً وَنِصْفٍ. (صحیح البخاری ۱۰۷۹۲) کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس دو سال یا ڈیڑھ سال بیٹھا رہا۔ (یعنی پڑھتا رہا)

نوٹ: قارئین کرام! معلوم ہوا کہ یہ سینکڑوں صحابہ اور خصوصاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عام معمول رہا تھا کہ وہ پہلی تکبیر کے بعد پوری نماز میں کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اسی وجہ سے امام شعبی رحمہ اللہ نے ترک رفع کا معمول اپنایا۔

(۴) حضرت قیس بن ابی حازم التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: كَانَ قَيْسٌ يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَا يَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهَا. (ابن ابی شیبہ ۲۶۷/۱) ”حضرت قیس رحمہ اللہ نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے اس کے بعد نہ کرتے۔“

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تابعین میں ابو عثمان نہدی اور قیس بن ابی حازم سے بڑھ کر کسی کی شان ہو۔ (شرح مسلم ۹/۱)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں: ”قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ الْكُوفِيُّ ثِقَةٌ مِّنَ الثَّانِيَةِ“ کہ یہ ثقہ ہیں اور طبقہ ثانیہ میں سے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ۲/۳۰ بحوالہ نور الصباح)

حضرت علامہ سید انور شاہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت قیس رحمہ اللہ افضل التابعین ہیں اور بقول بعض ان کے سوا کسی تابعی نے حضرات عشرہ مبشرہ رحمہم کو نہیں دیکھا۔ (فیض الباری ۲/۲۳۲)

نوٹ: قارئین کرام! حضرت قیس رحمہ اللہ جیسے بڑے درجہ کے تابعی کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عشرہ مبشرہ اور دوسرے صحابہ رحمہم کے ہاں بھی رفع کا عمل متروک ہو چکا تھا۔

(۶.۵) حضرت اسود بن یزید التابعی اور

حضرت علقمہ التابعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب

عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ وَ عُلْقَمَةَ أَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِذَا افْتَتَحَا

ثُمَّ لَا يَعُودَانِ. (ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۸)

حضرت اسود اور حضرت علقمہ رحمہما اللہ تعالیٰ شروع نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین کی طرف نہ لوٹتے تھے۔ (یعنی اس کے بعد پوری نماز میں دوبارہ نہ کرتے تھے۔)

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنْ كَانَ أَهْلُ بَيْتِ خُلُقُوا لِلْجَنَّةِ فَهُمْ هَوَآءِ الْأَسْوَدُ وَغُلَقْمَةُ وَمَسْرُوقٌ. (الاکمال ۳۵ بحوالہ نور الصباح) کہ اگر کوئی گھرانہ (صحابہ کے بعد) جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو وہ یہ لوگ ہیں: اسود، علقمہ اور مسروق۔
نوٹ: یہ خوش نصیب حضرات بھی رُوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے معلوم ہوا انہوں نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ترک ہی کا معمول دیکھا ہے۔

(۷) حضرت خثیمہ التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ خَيْثَمَةَ وَابِرَاهِيمَ قَالَ كُنَّا لَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِلَّا بَدْءَ الصَّلَاةِ. (ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۷) کہ حضرت خثیمہ اور حضرت ابراہیم رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف ابتداء نماز میں۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریب التہذیب میں حضرت خثیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (نور الصباح)

(۸) حضرت ابواسحاق السبعی التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

عبدالملک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے شعبی، ابراہیم اور ابواسحاق کو دیکھا وہ سب صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے اور بس۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۸)
امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ”ابواسحاق سبعی ہمدانی کوئی بڑے تابعی ہیں امام عجل نے فرمایا کہ ابواسحاق نے اڑتیں صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کا شرف حاصل کیا ہے۔“
علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ (استاد امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں: ”ابواسحاق نے ستر یا اسی ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ ابواسحاق کے علاوہ (اس زمانے میں) اور کسی تابعی

نے ان سے روایت نہیں کی۔ (شرح مسلم ۹/۱)

نوٹ: قارئین کرام! اگر حضرات صحابہ کرام ؓ میں رفع یدین کا عمل ہوتا تو حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ ؒ ہرگز ترک رفع یدین نہ کرتے۔

(۹-۱۰) اصحاب علی وابن مسعود ؓ کا مذہب

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِي افْتِسَاحِ الصَّلَاةِ قَالَ وَكَيْفَ تُمْ لَا يَعُوذُونَ. (ابن أبي شيبة ۲۶۷/۱)

”یعنی حضرت ابواسحاق تابعی رحمہ اللہ ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھی اور شاگرد نماز کے شروع کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے۔ حضرت وکیع رحمہ اللہ ؒ فرماتے ہیں کہ ابتداء نماز کے بعد پوری نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

علامہ مارون بنی رحمہ اللہ ؒ فرماتے ہیں: وَهَذَا أَيْضاً سَنَدٌ صَحِيحٌ جَلِيلٌ (الجوهر النقی ۱/۱۲۶)

(۱۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

حضرت امام مالک رحمہ اللہ ؒ ترک رفع یدین کے قائل ہیں۔ (المدونۃ الکبریٰ)

ابن رشد مالکی رحمہ اللہ ؒ فرماتے ہیں: إِنَّ مَا لِكَأَرْجَحَ تَرْكُ الرِّفْعِ لِمُوَافَقَةِ عَمَلِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. (بداية المجتهد، فتح الملہم ۱۱/۲ بحوالہ نور الصباح) کہ امام مالک رحمہ اللہ ؒ نے ترک رفع یدین کو اس لئے ترجیح دی ہے۔ تاکہ عمل اہل مدینہ کی موافقت ہو جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ ؒ ابن القاسم کی روایت عن مالک کے بارے میں فرماتے ہیں: ”هُوَ أَشْهُرُ الرِّوَايَاتِ عَنْ مَالِكٍ“ کہ امام مالک رحمہ اللہ ؒ سے رفع یدین سے متعلق جتنی روایات آئی ہیں ان سب میں زیادہ مشہور روایت ابن قاسم کی ترک رفع یدین والی روایت ہے۔ (نووی شرح مسلم ۱/۱۶۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ؒ فرماتے ہیں: کہ مالک کے ہاں اعتماد اور دار و مدار احکام و فتاویٰ

میں اس روایت پر ہوتا ہے جو ابن قاسم، امام مالک سے روایت کریں چاہے وہ روایت موطا مالک کے موافق ہو یا نہ ہو۔ (تجیل المنفعة ۴ بحوالہ نور الصباح)

دلائل کی کل تعداد : (آیت) ۱ + (احادیث) ۱۰ + (آثار صحابہ) ۱۴ + (آثار

تابعین) ۱۱ = ۳۶



☆☆ اہم سوالات اور ان کے جوابات ☆☆

﴿سلام کے وقت رفع یدین﴾

سوال : کیا یہ صحیح ہے کہ ابتداء میں سلام پھیرتے وقت بھی رفع یدین ہوتا تھا؟ اگر صحیح ہے تو آج کیوں متروک ہے؟

جواب : یہ صحیح ہے کہ ابتداء میں سلام کے وقت بھی رفع الایدی (ہاتھ اٹھانے) کا عمل ہوتا تھا، لیکن بعد میں منسوخ ہو جانے کی وجہ سے متروک ہو گیا۔ منسوخ ہونے کی دلیل حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث ہے۔

”عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكُنَّا إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَيْدِينَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ تُشِيرُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيُلْتَفِتْ إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا يُؤْمِئْ بِيَدِهِ“۔ (صحیح مسلم ۱/۱۸۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پس جب ہم سلام پھیرتے تو السلام علیکم (ورحمۃ اللہ) کہنے کے ساتھ ہاتھوں سے اشارہ بھی کرتے (یعنی رفع الیدین کرتے) یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ تم میں سے کوئی سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی جانب منہ کر کے (صرف زبان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کہے) اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

﴿ثبوت رفع رکوع کا جواب﴾

سوال: جب رکوع سے قبل و بعد رفع یدین صحیح حدیث سے ثابت ہے تو احناف اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

جواب: ہم مانتے ہیں کہ سلام کی طرح رکوع سے پہلے اور بعد بھی رفع الیدین کا عمل ابتداء میں تھا بلکہ ان کے علاوہ بھی نماز میں مختلف مواقع میں رفع الیدین ہوتا تھا، لیکن بعد میں سلام کی طرح نماز کے اندر سب جگہ یہ حکم نسوخ ہو گیا اور سکون و اطمینان سے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اس نسخ کی دلیل حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری روایت مرفوعہ ہے۔

”عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهُمْ أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسِ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ. (صحیح مسلم ۱/۱۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے (اور ہم اس وقت نماز میں رفع یدین کر رہے تھے) آپ ﷺ نے (بڑی ناراضگی) سے فرمایا کہ کیا ہوا ہے میں تم کو رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں، گویا تمہارے ہاتھ شری گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ نماز میں سکون سے رہو (کوئی حرکت نہ کیا کرو یعنی رفع یدین نہ کرو)

تنبیہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری روایت رفع رکوع سے متعلق ہے۔

سوال: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ حدیث سلام کے وقت رفع الیدین سے متعلق ہے۔ کیا ان کے اس کہنے کی کچھ حقیقت ہے؟

جواب: ہٹ دھرم اور ضدی کا علاج تو عنقاء ہے، البتہ منصف مزاج اور حق کے متلاشی کیلئے اس سوال کے جواب میں کچھ لکھا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث سلام کے وقت رفع الیدین سے متعلق نہیں، بلکہ نماز کے اندر رکوع وغیرہ سے قبل و بعد کے رفع الیدین سے متعلق ہے یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں، دو (۲) وجہوں سے.....

(۱) پہلی حدیث اس وقت کی ہے جبکہ صحابہ کرام ﷺ آپ ﷺ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کر رہے تھے اور دوسری حدیث اس وقت کی ہے جبکہ صحابہ کرام ﷺ اکیلے نماز پڑھ رہے تھے اور نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔

(۲) اس دوسری حدیث میں ”اسکنوا فی الصلوٰۃ“ کا لفظ بتاتا ہے کہ یہاں ”فی الصلوٰۃ“ (یعنی نماز کے اندر) رفع یدین سے روکنا ہے اور سلام کے وقت رفع یدین خارج الصلوٰۃ ہے یا فی طرف الصلوٰۃ ہے، جو سکون فی الصلوٰۃ کے خلاف نہیں۔ لہذا یہ حدیث سلام اور تکبیرۃ تحریم کے رفع یدین کو شامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث سے تکبیرۃ تحریم کے وقت رفع کو منسوخ نہیں کہا گیا، کیونکہ یہ بھی طرف میں ہے۔

﴿امام نووی کی شرح کا جواب﴾

سوال: امام نووی رحمہ اللہ نے تو اسے سلام پر محمول کیا ہے؟
جواب: حافظ عینی، ملا علی قاری اور مولانا خلیل احمد وغیرہ اکابر احناف رحمہم اللہ نے اس کو رفع رکوع کے لیے ناسخ قرار دیا ہے، ہمیں ان کی تحقیق پر اعتماد ہے۔ جو امام نووی رحمہ اللہ کی تقلید کرنا چاہتا ہے وہ صاف اعلان کر دے اور غیر مقلدیت سے توبہ کرے۔

﴿”رفع دائمی عمل تھا“ اس کا جواب﴾

سوال: غیر مقلدین رفع الیدین کو دائمی اور آخری معمول ثابت کرنے کے لئے بیہقی کے حوالے سے ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں ”فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلَوَتُهُ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ“ کے الفاظ ہیں کہ آخر دم تک آپ ﷺ کی نماز رفع یدین والی تھی، اس حدیث کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس حدیث سے دائمی اور آخری معمول ثابت کرنا انتہائی بے شرمی اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر خطرناک قسم کا جھوٹ باندھنا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث موضوع اور منکھروت ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابو عبد اللہ الحافظ غالی شیعہ ہے اور دوسرا وی عبد الرحمن بن قریش

اور عصمہ بن محمد انصاری کذاب اور جھوٹے ہیں، اور تین راوی جعفر، عبد اللہ بن احمد اور الحسن بن عبد اللہ مجہول ہیں۔ (رسائل) اگر غیر مقلدین کو ہماری بات پر یقین نہیں تو اپنے راویوں سے اس حدیث کی توثیق و تصحیح کرا کے دکھادیں اور منہ مانگا انعام لیجائیں۔ دیدہ باید!

نہ خنجر اٹھے گانہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

﴿ماضی استمراری کا جواب﴾

سوال: غیر مقلدین رفع الیدین کا دوام و استمرار ثابت کرنے کے لئے فعل مضارع پر ”کان“ کے داخل ہونے سے استدلال کرتے ہیں، کیا ان کا یہ استدلال درست ہے؟
جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ (۱) الزامی (۲) تحقیقی

(۱) الزامی جواب: درج ذیل امور بھی ماضی استمراری سے ثابت ہیں لہذا یا تو ان کے منع یا منسوخ ہونے کی کوئی حدیث پیش کریں، ورنہ رفع الیدین کی شرح ان پر بھی عمل کریں اور ان کے تارکین کو تارک حدیث کہہ کر مخالف و منکر حدیث کے شیریں القاب سے نوازیں۔
(۱) قَالَ أَبُو مُسْلِمَةَ الْأَزْدِيُّ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ.

ترجمہ: ابو مسلمہ ازدی نے کہا: میں نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: کیا آنحضرت ﷺ جوتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ”جی ہاں“۔ (یہ ترجمہ غیر مقلد علامہ وحید الزماں کا ہے۔ (تیسیر الباری ۲/۲۷۸)

غیر مقلدین کے محسن اعظم علامہ وحید الزماں صاحب فرماتے ہیں: ”میں کہتا ہوں مستحب ہے (یعنی جوتوں میں نماز پڑھنا)۔... چند سطروں کے بعد رقمطراز ہیں... شوکانی نے کہا ہے صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے“۔ (حوالہ بالا)

(۲) بچی کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ۱/۷۴)

(۳) آپ ﷺ نماز سے پہلے بیوی کا بوسہ لیا کرتے تھے (المشکوٰۃ ۱/۴۱)

(۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا بِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي (صحیح بخاری ۱۰۹۱)

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ رکوع میں ہمیشہ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے....“۔

کیا غیر مقلدین کے نزدیک ان کلمات کا جہراً پڑھنا آپ ﷺ کا معمول تھا؟

(۲) تحقیقی جواب: ماضی استمراری (یعنی ”کان“ فعل مضارع پر داخل ہونا) کی اصل وضع ایک دفعہ کے فعل کے لئے ہے (شرح نووی ۱/۲۵۴، مجمع البحار ۳/۲۳۵، مسک الختام ۱/۵۶۷ بحوالہ غیر مقلدین کی غیر مستند نماز صفحہ ۲۹) معلوم ہوا کہ اس سے مواظبت اور دوام بطور نص ثابت نہیں ہوتی۔

﴿فرشتوں کی رفع الیدین والی روایت کا جواب﴾

سوال: ایک غیر مقلد مصنف لکھتا ہے کہ: ”فرشتے بھی رفع یدین کرتے ہیں“ کیا یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: جی نہیں! یہ روایت موضوع اور منکھڑت ہے، اس روایت کی سند میں ایک راوی اسرائیل بن حاتم المروزی ہے جس کے متعلق علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”رَوَى عَنْ مُقَاتِلِ الْمَوْضُوعَاتِ وَالْأَوَابِدِ وَالطَّامَاتِ“ کہ اسرائیل نے مقاتل سے موضوعات وغیرہ اناب ثناب اور مصائب روایت کئے ہیں، اور یہ روایت بھی ان موضوعات میں سے ہے (میزان الاعتدال ۱/۹۷) دوسرا راوی مقاتل بن حیان ہے جو کہ ضعیف ہے (میزان الاعتدال ۳/۱۹۶) تیسرا راوی اصبح بن نباتہ ہے، ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیتے ہیں اور امام نسائی، ابن معین، ابن حبان اور ابن عدی رحمہم اللہ نے سب اس پر جرح کرتے ہیں (میزان الاعتدال ۱/۱۲۵) علامہ شوکانی غیر مقلد خود فرماتے ہیں

”هو موضوع لايساوى شيئاً“ (الفوائد المجموعه ۳۰، بحوالہ نور الصباح) یعنی یہ روایت منکھوت اور بالکل بیچ ہے۔

﴿پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم والی روایت﴾

سوال: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ رکوع کی رفع کو پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، کیا واقعی ایسا ہی ہے؟

جواب: ان کا یہ دعویٰ بے بنیاد، بے سند اور حقیقت کے خلاف ہے، خود غیر مقلدین نے اس کو رد کیا ہے۔ (۱) قاضی شوکانی غیر مقلد نیل الاوطار میں فرماتے ہیں: إِنَّ الْعِرَاقِيَّ جَمَعَ عَدَدَ مَنْ رَوَى رَفَعَ الْيَدَيْنِ فِي ابْتِدَاءِ الصَّلَاةِ فَبَلَغُوا خَمْسِينَ صَحَابِيًّا مِنْهُمْ الْعَشْرَةُ الْمُبَشِّرَةُ الْمَشْهُودُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ (اعلاء السنن ۳/۸۰) یعنی علامہ عراقی رحمہ اللہ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گنتی فرمائی ہے جنہوں نے شروع نماز کی رفع الیدین روایت کی ہے تو، کل پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں جن کو (ایک ہی مجلس میں) جنت کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔

(۲) علامہ امیر ایمانی غیر مقلد نے ”بل السلام ۱/۲۵۰“ پر صاف لکھ دیا ہے کہ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف رفع یدین عند الافتتاح (یعنی نماز کی شروع میں رفع کرنے) کو نقل فرماتے ہیں۔ (نور الصباح ۱۹ مقدمہ طبع دوم)

﴿چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی روایت﴾

سوال: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مجمع الزوائد میں چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت ہے جس سے رکوع کی رفع ثابت ہوتی ہے، کیا یہ درست ہے؟

جواب: یہ روایت بھی منکھوت اور انتہائی ضعیف ہے، کیونکہ اس کے بعض راوی جھوٹے ہیں۔ (۱) علامہ پیشی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد میں جہاں یہ حدیث نقل فرمائی ہے، ساتھ ہی نیچے اس کے ایک راوی حجاج بن ارطاة پر جرح بھی کی ہے، لیکن غیر مقلدین

روایت تو نقل کرتے ہیں اور یہ جرح نقل نہیں کرتے جو کہ بڑی خیانت ہے۔

(۲) اس روایت کی سند میں ایک راوی نصر بن باب الخراسانی ہے جس پر شدید جرح موجود ہے۔ ذیل میں ملاحظہ ہو.....

- (۱) ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ نصر بن باب کذاب ہے (یعنی بہت بڑا جھوٹا ہے)
 (۲) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کَذَّابٌ خَبِيثٌ عَدُوُّ اللَّهِ (یعنی بہت بڑا جھوٹا، خبیث اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے)

(۳) امام ابو زرہ، امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمہم اللہ سب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۲۷۹-۲۸۰، بحوالہ نور الصباح)

﴿دس نیکیوں والی روایت کا جواب﴾

سوال : حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ لَهُ بِكُلِّ إِشَارَةٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ“ کہ جس شخص نے نماز میں رفع الیدین کی اس کو ہر اشارہ کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔

جواب : (۱) اس روایت میں رکوع کا ذکر نہیں، لہذا ابدوں دلیل رکوع کی رفع مراد لینا درست نہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر اور علامہ شوکانی غیر مقلد کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق شروع نماز کی رفع سے ہے اور بس۔ (دیکھئے فتح الباری ۲/۲۷۸، نیل الاوطار ۱۸۵/۲)
 (۳) اس کی سند میں ایک راوی مشرح بن ہاعان ہے جس کے بارے میں ابن حبان لکھتے ہیں کہ مشرح، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مناکیر اور ضعیف روایتیں نقل کرتا ہے، دوسرا کوئی راوی اس کی موافقت نہیں کرتا پس صحیح اور درست بات یہی ہے کہ جس روایت کے بیان کرنے میں مشرح اکیلا ہو اس کو چھوڑ دیا جائے (تہذیب التہذیب ۵/۴۲۵)
 یاد رکھیے! اس روایت میں مشرح اکیلا ہے، لہذا قبول نہ ہوگی۔

(۴) اس کی سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے، جس کو امیر میمانی، قاضی شوکانی، عبدالرحمن

مبارک پوری وغیرہ غیر مقلدین نے خود ہی ضعیف لکھا ہے۔

(۵) یہ ایک صحابی کا قول ہے۔ کیا تمہارے نزدیک صحابی کے قول سے نیکیاں ثابت ہوتی ہیں؟

﴿عشرہ مبشرہ﴾ والی روایت کا جواب

سوال: غیر مقلدین بہت زور و شور سے کہتے پھرتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ بھی رکوع کی رفع نقل کرتے ہیں اسکی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ بھی خالص جھوٹ ہے، پیچھے قاضی شوکانی غیر مقلد کی عبارت گزر چکی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پچاس صحابہ کرام عشرہ مبشرہ سمیت، سے جو رفع منقول ہے وہ ابتداء نماز کی رفع ہے۔

قارئین کرام! بدوں دلیل ان کی طرف رکوع کی رفع کی نسبت کرنا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ ان بیچارے غیر مقلدین کی عادت ہے کہ جہاں رفع کا لفظ نظر آگیا بس چلا اٹھتے ہیں کہ رکوع کی رفع ثابت ہوگئی۔ حالانکہ اس رفع کا تعلق رکوع سے نہیں ہوتا۔

برادران محترم! اگر کسی کو علامہ شوکانی کی بات پر یقین نہیں تو وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہر ایک سے سند صحیح کے ساتھ رکوع اور تیسری رکعت کی رفع کی تصریح دکھا دے۔ دیدہ باید

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور ابن مبارک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مکالمہ

سوال: بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے امام اعظم ابو حنیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے قریب نماز پڑھی اور رکوع میں جاتے اور اٹھتے ہوئے رفع الیدین کیا، تو امام صاحب نے فرمایا کہ آپ کہیں اڑ نہ جائیں، اس پر ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جب میں پہلی مرتبہ رفع سے نہیں اڑا، تو بعد میں کیونکر اڑتا۔ اس پر امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خاموش ہو گئے۔

جواب: (۱) امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”جُزْءُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ“ میں اسکو بغیر سند کے نقل فرمایا ہے لہذا یہ قابل حجت نہیں۔

(۲) بیہقی میں اس کی سند موجود ہے لیکن علامہ ماردینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند میں ایک جماعت ہے جو مجہول ہے اور اس کی توثیق کا کوئی اتا پتا نہیں (الجوہر ۸۲/۲)۔

(۳) امام نووی اور علامہ ابن حجر رحمہما اللہ نے لکھا ہے کہ ترک رفع کے قائلین امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب ہیں (نووی ۱۶۸/۱، مجلسی بالآثار ۳/۳) اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ابن مبارک، امام صاحب کے اصحاب اور شاگردوں میں سے ہیں۔

﴿حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا رجوع﴾

سوال: سنا ہے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے بہت بڑے حنفی عالم تھے پھر بھی رفع یدین کرتے تھے اور اس پر ایک کتاب بھی لکھی ہے؟

جواب: بالکل صحیح ہے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ابتداء میں رفع یدین پر ایک رسالہ بنام ”تنویر العینین“ لکھا تھا اور خود بھی اسے رائج جان کر عمل کرتے تھے مگر آخری عمر میں رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ مولانا حافظ حکیم عبدالشکور صاحب فرماتے ہیں کہ: ”تمامہ اصل کتاب عربی کتاب انکی نہیں، میرا یہ خیال کسی گننام روایت والی حکایت پر نہیں بلکہ مولانا کرامت علی کی عینی شہادت پر ہے۔ وہ نہایت یقین کے ساتھ ”ذخیرہ کرامت ص ۲۲۲ ج ۲“ میں مولوی مخلص الرحمن کے پانچویں سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تنویر العینین جو کتاب ہے سو اس میں مولانا محمد اسماعیل مرحوم کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں، اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کیا۔“ یعنی رفع یدین کرنے کو چھوڑ دیا اور لاندہب لوگوں نے تنویر العینین میں اپنی طرف سے بہت سی باتیں زیادہ کر کے لکھیں، اور حضرت سید صاحب کے خلفاء کا عمل تنویر العینین پر نہیں تھا بلکہ ان لوگوں نے اسکا رد لکھا ہے۔ (التحقیق المجید علی تصنیف الشہید ۱۴-۱۵۔ بحوالہ نور الصباح)



﴿ناقلین نسخ رفع الیدین عند الركوع﴾

(۱) محدث کبیر، نقاد عظیم، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْحُجَّةُ الْمُتَّقِنُ الطَّحَاوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى تَحْتِ حَدِيثِ عَلِيٍّ وَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا: "فَإِنَّ عَلِيًّا لَمْ يَكُنْ لَيَرَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ ثُمَّ يَتْرُكُ هُوَ الرَّفْعُ بَعْدَهُ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ الرَّفْعِ فَحَدِيثُ عَلِيٍّ إِذَا صَحَّ فَفِيهِ أَكْبَرُ الْحُجَّةِ لِقَوْلِ مَنْ لَا يَرَى الرَّفْعَ.

... عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ فَهَذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ ثُمَّ تَرَكَ هُوَ الرَّفْعُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ مَا قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَهُ وَقَامَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ (شرح معانی الآثار ۱/۱۶۳)

”امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علیؑ ہمیشہ نبی کریم ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھتے رہے ہیں، پھر وہ اس رفع کو رسول اللہ ﷺ کے بعد چھوڑ دیتے ہیں تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان کے نزدیک اس رفع کا نسخ ثابت ہو چکا تھا۔ سوجب حضرت علیؑ کی حدیث صحیح ہو گئی تو اس میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑی حجت مل گئی جو رفع یدین کے قائل نہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ نماز میں سوائے تکبیر اول کے، رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی رفع یدین دیکھی، پھر خود انہوں نے اس رفع کو آپ ﷺ کے بعد ترک کیا تو اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس رفع کا نسخ ثابت ہو چکا تھا۔“

(۲) محدث عظیم، فقیہ وقت، شارح بخاری حضرت علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْعَلَامَةُ بَدْرُ الدِّينِ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَالَّذِي يَحْتَجُّ بِهِ
الْخَصْمُ مِنَ الرَّفْعِ مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّهُ كَانَ فِي ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ وَالِدَلِيلُ عَلَيْهِ
أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَأَى رَجُلًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَ عِنْدَ رَفْعِ
رَأْسِهِ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ لَهُ: لَا تَفْعَلْ، فَإِنَّ هَذَا شَيْءٌ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ
تَرَكَهُ، وَيُؤَيِّدُ النَّسْخَ مَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. (عمدة القارى ۴/۳۸۰)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فریق مخالف رفع کی جن روایات سے
استدلال کرتے ہیں وہ اس بات پر محمول ہیں کہ یہ عمل ابتداء اسلام کے زمانے کا تھا جو بعد
میں منسوخ ہو گیا تھا۔ اس پر دلیل حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ ہے کہ
انہوں نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے
دیکھا تو اس سے فرمایا کہ آپ ایسا نہ کریں کیونکہ یہ تو وہ عمل ہے جس کو اگرچہ آپ ﷺ ایک
وقت تک کرتے رہے تھا مگر پھر اس کو ترک کر دیا تھا۔ اور اس نسخ کی تائید امام طحاوی رحمہ اللہ
تعالیٰ کی صحیح سند کے ساتھ پیش کردہ روایت بھی کرتی ہے۔

(۳) فقیہ کبیر، محدث عظیم، شارح مشکوٰۃ حضرت علامہ علی بن سلطان المعروف

”ملا علی قاری“ رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ النَّاقِدُ الْمُنْأَلَعِيُّ الْقَارِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: ”وَرَوَى عَنْ عَاصِمِ
بْنِ كُلَيْبٍ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ وَلَا
يَفْعَلُ عَلَى بَعْدِ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافَهُ إِلَّا بَعْدَ قِيَامِ الْحُجَّةِ عِنْدَهُ عَلَى النَّسْخِ مَا كَانَ
النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ، وَقِيلَ لِإِبْرَاهِيمَ أَيُّ النَّخَعِيِّ عَنْ حَدِيثٍ وَائِلٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ
يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ، فَقَالَ: إِنْ كَانَ الْوَائِلُ رَأَاهُ مَرَّةً يَفْعَلُ

ذَلِكَ، فَقَدْ رَأَاهُ عَبْدُ اللَّهِ أَيُّ ابْنِ مَسْعُودٍ خَمْسِينَ مَرَّةً لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ. وَقَدْ رَوَى عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ، فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى، وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَمْ يَتْرُكْ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ مَا كَانَ قَدْ يَفْعَلُهُ إِلَّا لِمَا يُوجِبُ لَهُ ذَلِكَ مِنْ نَسَخٍ، وَقَدْ رَوَى. (مروقات المصابيح ۲/۷۹۶)

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”حضرت عاصم بن کلیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نماز کی تکبیر اول کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے اور حضرت علیؑ نے جو آپ ﷺ کے بعد اس رفع کا خلاف کیا تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کے نزدیک آپ ﷺ کے سابقہ طریقہ کے منسوخ ہونے کی دلیل قائم ہو چکی تھی اور کسی نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رکوع کرتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر وائلؓ نے آپ ﷺ کو ایک مرتبہ یہ عمل کرتے دیکھا تھا تو بے شک عبد اللہ بن مسعودؓ نے پچاس مرتبہ دیکھا کہ آپ ﷺ نے یہ (رفع کا) عمل نہیں کرتے تھے۔ اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے فقط پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کیا اور بس، اور اس سے بھی یہی امر ظاہر ہے کہ انہوں نے رفع کے منسوخ ہونے کی وجہ سے ہی اسے چھوڑا ہے اور یہ منقول بھی ہے۔“

(۴) محدث العصر، فقیہ الامت حضرت علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْعَلَامَةُ خَلِيلُ أَحْمَدُ السَّهَارَنُفُورِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: ”ثُمَّ نَقُولُ إِنَّ خَاتِمَةَ الْبَحْثِ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ أَنَّ رَفَعَ الْيَدَيْنِ فِي الْإِنْتِقَالَاتِ بَعْدَ الرَّفْعِ عِنْدَ التَّحْرِيمَةِ ثَبَتَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَصَحَّ عَنْهُ ثُمَّ تَرَكَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ يَفْعَلْهُ ثُمَّ لَمَّا لَمْ يَتَّبِعْهُ لَهُ الصَّحَابَةُ وَفَعَلَهُ بَعْضُهُمْ فَلَمَّا رَأَاهُمْ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الصَّلَاةِ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسْخَهَا وَيَنْهَى عَنْهَا وَيَذُلُّ عَلَى ذَلِكَ حَدِيثُ تَمِيمِ بْنِ طَرْفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ الَّذِي أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ تَقَدَّمَ سِيَاقُهُ وَالْبَحْثُ فِيهِ وَالَّذِي قَالُوا فِي جَوَابِهِ إِنَّهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْإِشَارَةِ فِي السَّلَامِ فَهُوَ لَغْوٌ وَبَاطِلٌ كَمَا تَقَدَّمَ مُفَصَّلًا“ (بذل المجهود ۱۰/۲)

علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”پھر ہم اس مسئلہ میں خاتمہ بحث کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ سے تکبیر اول کی رفع کے بعد دوسرے انتقالات کی رفع کئی صحیح احادیث سے ثابت ہے (اسی طرح یہ بھی کئی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ) پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک فرمایا اور (دوبارہ) اس عمل کو نہیں کیا۔ پھر جب بعض ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کسی وجہ سے اس سے لاعلم رہ گئے تھے اور اسی بناء پر رفع یدین کیا کرتے تھے، تو جناب آپ ﷺ نے ان کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو ان کو منع فرمایا اور روکا، اس بات پر دلیل حضرت تميم بن طرفہ کی روایت ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے اور جس پر تفصیلی بحث پہلے گذر چکی ہے اور جو لوگ اس حدیث کو سلام کے وقت اشارہ پر محمول کرتے ہیں تو یہ بات محض لغو اور باطل ہی ہے۔۔۔“

(۵) جامع المنقول و المعتقد، راز دان شریعت، امام المجاہدین، شیخ

الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ بھی رفع الیدین کے نسخ کے ناقلین میں شامل ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے ”ایضاح الاولہ“)



﴿اشتہار﴾

☆☆ رفع الیدین کا عمل منسوخ ہے ☆☆

تکبیرہ تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین پر اجماع ہے اس کے سوا سب جگہ منسوخ ہے۔
 نسخ کی دلیل نمبر ۱: یہ مسلم اور متفق علیہا حقیقت ہے کہ ابتداء میں رفع الیدین کا عمل
 کثیر تھا یہاں تک کہ سجدہ کو جاتے اور اٹھتے وقت (عَنْ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ
 رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَاتِهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَ
 إِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتَّى يُحَازِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أَذُنَيْهِ
 (النسائی ص ۱۶۵) دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت (عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ
 قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا
 حَذَوِ مَنْكَبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ
 فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ (ابن ماجہ ص ۶۲)
 اور ہر تکبیر کے ساتھ (عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عُمَيْرِ بْنِ
 حَبِيبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ فِي الصَّلَاةِ
 الْمَكْتُوبَةِ (ابن ماجہ ص ۶۲) رفع الیدین کا عمل ہوتا تھا۔ پھر کثرت سے قلت کی طرف
 نسخ ہوتا رہا جیسا کہ صحیح مسلم ۱/۱۸۱ کی روایات میں صراحتہ سلام کے وقت رفع الیدین کا
 نسخ مذکور ہے (عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قُلْنَا
 السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
 عَلَامَ تُوْمُونُ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسِ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدُكُمْ أَنْ يَضَعَ

يَدُهُ عَلَى فَحْدِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ (صحیح مسلم ۱/۱۸۱)۔ نیز خود غیر مقلدین بھی تین چار جگہوں کے سوا، رفع کو منسوخ سمجھ کر نہیں کرتے۔ لہذا جن روایات میں سب سے کم مقدار آئی ہے وہ زیادہ مقدار کے لئے ناسخ ہوگئی۔ چونکہ احادیث صحیحہ میں سب سے کم مقدار صرف ایک مرتبہ رفع کی آئی ہے لہذا یہ ان احادیث کے لئے ناسخ ہوگئی جن میں ایک سے زائد رفع کا ذکر ہے، صرف ایک مرتبہ رفع والی روایات میں سے بغرض اختصار صرف دو حدیثوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

(۱) حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما : عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَدَّوْ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (مسند حمیدی ۲/۲۷۷، مسند ابی عوانہ ۱/۴۲۴)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا : میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین نہ کرتے اور نہ سجدوں کے درمیان کرتے۔
نوٹ : اس حدیث کے تمام راوی صحیحین کے اور ثقہ ہیں۔

(۲) حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ : عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ : أَلَا أَصَلَّى بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ (جامع الترمذی ۱/۵۹)

ترجمہ : علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا : کیوں نہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھا دوں؟ (علقمہ فرماتے ہیں کہ) پھر انہوں نے نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ صرف پہلی بار ہی اٹھائے۔

نوٹ : امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ”هذا حديث حسن“ اور الجوہر

النتی میں ہے کہ: **وَالْحَاصِلُ أَنَّ رِجَالَ هَذَا الْحَدِيثِ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ** یعنی اس حدیث کی سند امام مسلم رحمہ اللہ نقالی کی شرط کے موافق ہے (الجوہر النقی علی هامش المبیہ ۲/۷۸)۔
تنبیہ: ذخیرہ احادیث میں کہیں بھی اس کی صراحت نہیں کہ رفع کی مقدار پہلے کم تھی پھر اس میں اضافہ ہوا، ورنہ دلیل سے ثابت کیا جائے جیسے ہم نے صحیح مسلم کی روایت اور خصم کے عمل سے ثابت کیا ہے۔

نسخ کی دلیل نمبر ۲: امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداؤد اور امام طحاوی وغیرہ جیسے عظیم اور مسلم و متفق علیہم محدثین رحمہم اللہ نقالی کے نزدیک رفع الیدین منسوخ ہے۔ ان حضرات نے ابواب قائم کر کے پہلے رفع الیدین کی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اور بعد میں ترک رفع کی۔ اور محدثین کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ منسوخ روایات کو پہلے اور نسخ کو بعد میں ذکر کرتے ہیں۔ دیکھئے امام نووی رحمہ اللہ نقالی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں: **ذَكَرَ مُسْلِمٌ فِي هَذَا الْبَابِ الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ بِالْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ ثُمَّ عَقَبَهَا بِالْأَحَادِيثِ الْوَارِدَةَ بِتَرْكِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَكَانَتْهُ يُشِيرُ إِلَى أَنَّ الْوُضُوءَ مَنْسُوخٌ وَهَذِهِ عَادَةُ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ مِنْ أَيْمَةِ الْحَدِيثِ يَذْكُرُونَ الْأَحَادِيثَ الَّتِي يَرَوْنَهَا مَنْسُوخَةً ثُمَّ يَعْقِبُونَهَا بِالنَّاسِخِ** (النووی شرح صحیح مسلم ۱/۱۵۶) یعنی یہاں امام مسلم رحمہ اللہ نقالی نے ان احادیث کو ذکر فرمایا ہے کہ جن میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کا حکم ہے پھر ان کے پیچھے ان روایات کو لائے ہیں جن میں ترک وضوء کا بیان ہے، گویا وہ اپنے عمل سے اشارہ فرما رہے ہیں کہ وضوء والی روایات منسوخ ہیں۔ اور یہ امام مسلم اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین رحمہم اللہ نقالی کی عادت ہے کہ پہلے ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو ان کی نظر میں منسوخ ہیں پھر نسخ روایات کو ان کے بعد ذکر کرتے ہیں۔

الحاصل: اس ضابطہ کے پیش نظر، یہ کہنا بالکل بجا اور حق ہے کہ ان کا صنیع اور انداز تحریر بتا رہا ہے کہ ان کے نزدیک رفع منسوخ ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے ۵۹۱، پر ”بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوعِ“ قائم کر کے پہلے رفع کی حدیثوں کو اور بعد میں ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے ص ۱۵۸ پر ”بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوعِ حَذْوِ الْمَنْكِبَيْنِ“ قائم کر کے بعد میں ”وَتَرْكُ ذَلِكَ“ کا عنوان قائم کر کے رفع کی حدیث کے بعد ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح ص ۱۶۱ پر ”بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ“ و ”بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوِ فُرُوعِ الْأُذُنَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ“ و ”بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوِ الْمَنْكِبَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ“ قائم کر کے رفع کی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، پھر ان ابواب کے بعد ”الرُّخْصَةُ فِي تَرْكِ ذَلِكَ“ کا عنوان قائم کر کے ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ۱۰۴۸ پر ”بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ“ قائم کر کے احادیث رفع کا بیان فرمایا ہے اور ص ۱۰۹ پر ”بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوعِ“ قائم کر کے ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے ۱۶۱/۱ پر ”بَابُ التَّكْبِيرِ لِلرُّكُوعِ وَالتَّكْبِيرِ لِلسُّجُودِ وَالرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ هَلْ مَعَ ذَلِكَ رَفْعٌ أَمْ لَا“ قائم کر کے شروع میں رفع الیدین کی احادیث ذکر فرما کر آخر میں ترک رفع کی احادیث کے ساتھ ساتھ احادیث رفع کا جواب بھی دیا ہے۔

﴿ کچھ سوالاتِ مجاہدہ ﴾

سوال نمبر ۱: طاؤس رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل حدیث رفع کے مطابق نقل فرمایا ہے لہذا ان کے نزدیک رفع ہی متعین ہوگی۔

جواب: ہم مانتے ہیں کہ ابتداء میں ان کا عمل حدیث رفع کے مطابق تھا لیکن جب نسخ ثابت ہوا تو ان کا عمل مسند حمیدی کی حدیث ترک رفع کے مطابق ہوتا رہا، جیسا کہ آپ ﷺ سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے۔ دیکھئے امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

’ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي

التَّكْبِيرَةُ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ ”فَهَذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ ثُمَّ قَدْ تَرَكَ هُوَ الرِّفْعَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخٌ مَا قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَهُ وَ قَامَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ “ آگے فرماتے ہیں ”فَإِنْ قَالَ فَإِنَّ طَاوُسًا قَدْ ذَكَرَ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ يَفْعَلُ مَا يُوَافِقُ مَا رَوَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ ذَلِكَ قِيلَ لَهُمْ فَقَدْ ذَكَرَ ذَلِكَ طَاوُسٌ وَقَدْ خَالَفَهُ مُجَاهِدٌ فَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ ابْنُ عُمَرَ فَعَلَ مَا رَأَاهُ طَاوُسٌ يَفْعَلُهُ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهِ فَتَرَكَهُ وَ فَعَلَ مَا ذَكَرَهُ عَنْهُ مُجَاهِدٌ . (الطحاوی ۱/۱۶۳)

ترجمہ: ”اگر کوئی شخص یہ کہے کہ طاؤس رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنی روایت (یعنی رفع الیدین) پر عمل کرتے ہوئے دیکھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی طاؤس رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے لیکن مجاہد رحمہ اللہ نے اس کی مخالفت کی ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے طاؤس رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق رفع الیدین اس وقت کیا جب ان کے پاس نسخ کی روایت نہیں پہنچی ہو، پھر جب نسخ کی روایت پہنچی تو انہوں نے رفع الیدین کو ترک کیا جیسے امام مجاہد رحمہ اللہ نے ان سے ترک رفع کے عمل کو نقل کیا ہے۔“

سوال نمبر ۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث رفع کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ (۱) اس میں ”وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذَلِكَ وَكَبَّرَ“ (طحاوی ۱/۱۶۲) کے الفاظ بھی ہیں (کہ دو سجدوں سے جب کھڑے ہوتے تھے تو رفع الیدین کرتے) حالانکہ ان پر خود غیر مقلدین کا بھی عمل نہیں۔ وہ ہر رکعت کے دو سجدوں کے بعد رفع یدین نہیں کرتے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف ترک رفع کا عمل کر کے بتا دیا کہ رفع کی حدیث

منسوخ ہے۔ (طحاوی ۲/۱۶۳)

سوال نمبر ۳: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ متاخر الاسلام صحابی ہیں اور یہ بھی رفع ہی نقل

کرتے ہیں۔

جواب : اس کے دو جواب ہیں (۱) خود غیر مقلدین کا ان کی حدیث پر عمل نہیں کیونکہ ان کی حدیث میں سجدے سے اٹھنے کے وقت بھی رفع کا ذکر ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا بھی ذکر ہے (سنن ابی داود ۱۰۵/۱) لیکن ان دونوں باتوں پر ان کا عمل نہیں۔

(۲) یہ متأخر الاسلام صحابی رحمہ اللہ جب آخری بار خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو اس حاضری کے وقت صرف پہلی بار رفع کا ذکر فرماتے ہیں اور بس (دیکھئے سنن ابی داود ۱۰۵/۱) سوال نمبر ۴ : حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ بھی متأخر الاسلام ہیں اور ناقل رفع ہیں۔

جواب : اس کے کئی جواب ہیں (۱) اس میں ”حين يسجد“ کے الفاظ بھی ہیں کہ سجدہ کے وقت بھی رفع کرتے تھے، حالانکہ غیر مقلدین اسے چھپاتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

(۲) سنن ابی داود کی سند میں ایک راوی ابن جریج ہے جس نے نوے (۹۰) عورتوں سے متعہ کیا (میزان الاعتدال، تذکرۃ الحفاظ) دوسرا راوی یحییٰ بن ایوب ہے جو ضعیف ہے (رسائل ۱/۲۰۳) نیز طحاوی کی سند میں اسماعیل بن عیاش روایت کرتے ہیں صالح بن کیسان غیر شامی سے، اور ان کی روایت غیر شامین سے حجت نہیں سمجھی جاتی عند الخصم (طحاوی ۱/۱۶۴)۔

(۳) صحیح بخاری ۱/۱۱۰ پر صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ کی حدیث موجود ہے جس میں رفع الیدین کا ذکر نہیں، لہذا اس کو حدیث رفع پر ترجیح ہوگی۔ پوری حدیث یوں ہے : ”إِنَّ أَبَاهُ رِيْرَةً كَانَ يُكْبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ فَيُكْبِرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكْبِرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكْبِرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يُكْبِرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكْبِرُ حِينَ يَرْفَعُ

رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْاِثْنَيْنِ وَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ اِنِّي لَا اقْرُبُكُمْ شَيْئًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اِنْ كَانَتْ هَذِهِ لِصَلَاتِهِ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا .

اس طویل حدیث میں خط کشیدہ دو جملے انتہائی اہم ہیں۔

نمبر ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ اور قدرت میں میری جان ہے میں تم سے زیادہ مشابہ ہوں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ، یعنی میری نماز آپ ﷺ کی نماز کے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

نمبر ۲: بیشک آپ ﷺ کی یہی ترک رفع والی نماز تھی یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یعنی آخر دم تک ترک رفع والی نماز پڑھتے رہے۔

تنبیہ نمبر ۱: کیا رفع والی نماز کے بارے میں ذخیرہ احادیث میں ایسا جملہ پایا جاتا ہے اگر ہے تو صحیح سند سے پیش کریں۔ ”مَا زَالَتْ تِلْكَ صَلَاتُهُ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ“ منگھڑت جملہ پیش کرنے کی اجازت نہیں۔ ہماری طرح صحیح سند سے پیش کرنا ضروری ہے۔

تنبیہ نمبر ۲: بعض کہتے ہیں کہ اس میں جس طرح عند الركوع رفع کا ذکر نہیں اسی طرح عند التكبيرة الأولى کا بھی ذکر نہیں، پھر بھی ابتداء میں رفع کیا جاتا ہے یہ کیوں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ہم اجماع کو بھی حجت مانتے ہیں چونکہ اس رفع پر اجماع ہے اس وجہ سے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کے سوا پر اجماع نہیں لہذا اسے اس حدیث کی وجہ سے منسوخ مانتے ہیں۔ اعتراض تو غیر مقلدین پر وارد ہوتا ہے کہ اس صحیح اور آخری عمل کو کیوں قبول نہیں کرتے؟

سوال نمبر ۵: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ (جو متاخر الاسلام ہیں) بھی رفع کے ناقل ہیں۔

جواب: اس کے بھی کئی جواب ہیں (۱) امام نسائی رحمہ اللہ نے ص ۱۶۵ پر ان سے

سجدے کی رفع الیدین بھی نقل فرمائی ہے جس پر خود غیر مقلدین کا عمل نہیں، تو اب ان کا آدھی حدیث کو ماننا اور آدھی کو چھوڑنا اُفتِ منون بِنِعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِنِعْضِ كَامِصْدَاقٍ ہے یا نہیں؟

(۲) اس کی ایک سند میں ابو قلابہ ہے جو نا صبی تھا اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہیں رہا تھا، دوسری سند میں نصر بن عاصم ہے جو خارجی مذہب کا تھا۔ (رسائل ۲۰۵/۱)
(۳) ان کی حدیث میں ”فروع اذنیہ“ کانوں کے بالائی حصہ تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر بھی ہے (دیکھئے صحیح مسلم)، حالانکہ یہ ہمیشہ کندھوں تک اٹھاتے ہیں اور اس آخری حدیث پر عمل نہیں کرتے۔

سوال نمبر ۶: ابو حمید الساعدی ؓ کی حدیث میں بھی رفع کا ذکر ہے۔

جواب: اس کے بھی کئی جواب ہیں (۱) ابو حمید الساعدی ؓ کی صحیح روایت جو صحیح بخاری ۱۱۴/۱ پر ہے اس میں صرف پہلی مرتبہ رفع کا ذکر ہے اور بس، لہذا ان کی صحیح روایت غیر مقلدین کے خلاف ہے۔

(۲) ابوداؤد اور طحاوی کی سند میں عبد الحمید بن جعفر ضعیف راوی ہے، طحاوی ۱۶۴/۱ پر ہے ”فَإِنَّهُمْ يَضْعَفُونَ عَبْدَ الْحَمِيدِ فَلَا يَقِيمُونَ بِهِ حُجَّةً“، یعنی چونکہ محدثین عبد الحمید کو ضعیف قرار دیتے ہیں اس لئے اس سے دلیل نہیں پکڑتے۔

(۳) اس حدیث میں ”فَقَالُوا جَمِيعًا صَدَقْتُ“ کا جملہ ابو عاصم کے سوا دوسرا کوئی نقل نہیں کر رہا، طحاوی ۱۶۴/۱ پر ہے ”حَدِيثُ أَبِي عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ هَذَا فَفِيهِ فَقَالُوا جَمِيعًا صَدَقْتُ فَلَيْسَ يَقُولُ ذَلِكَ أَحَدٌ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ“

﴿سُؤَالَاتٌ وَمَطَالِبَاتٌ﴾

غیر مقلدین سے درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) جس طرح ہم نے باحوالہ رفع الیدین کا نسخ ثابت کیا ہے، کیا اس طرح تم عبد اللہ بن مسعود ؓ وغیرہ کی ترک رفع کی احادیث کا نسخ ثابت کر سکتے ہو؟ اگر ہمت ہے تو کر کے دکھاؤ۔

(۲) موطا امام مالک ص ۵۹ پر سلسلۃ الذہب سند سے صرف ابتداء اور بعد الرکوع رفع ثابت ہے رکوع سے قبل کا رفع نہیں، پوچھنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نماز جو رکوع جاتے وقت کی رفع کے بغیر ہوئی ہے، صحیح ہوئی یا فاسد؟ ناقص ہوئی یا کامل؟

(۳) محدث ابن حزم رحمہ اللہ نے ”محلی ۳/۲۳۵“ پر حدیث ترک رفع کو بھی صحیح قرار دے کر فرمایا ہے کہ رفع الیدین نہ کرنے والے بھی آپ ﷺ کی نماز پڑھتے ہیں اور ”صَلُّوا کَمَا رَأَيْتُمُونِیْ اَصْلًی“ پر عامل ہیں۔ غیر مقلدین یہ بتائیں کہ تمہارے اس جدا عظیم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سچ ہے یا جھوٹ؟ اور احادیث ترک رفع پر عمل کرنے والوں کو خلاف سنت نماز پڑھنے والے کہنا جائز ہے یا نہیں؟ ابن حزم کی تصحیح پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ نیز جن محدثین کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کر کے ان کی تقلید میں احادیث رسول ﷺ کو صحیح اور ضعیف کہنا فرض اور ضروری ہے ان کے نام اور ان کی تقلید کا فرض اور واجب ہونا آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت کریں۔ قیاس کر کے شیطان بننے اور تقلید کر کے مشرک بننے کی اجازت نہیں۔

(۴) رکوع سے قبل و بعد رفع قصد آیا سہواً چھوڑنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا مکروہ؟ سجدہ سہو کرنا ضروری ہے یا دوبارہ پوری نماز کا اعادہ ضروری ہے؟ قصد و سہو کا فرق بھی واضح کریں۔

(۵) بعض غیر مقلدین رفع الیدین کو فرض، بعض سنت اور بعض مستحب کہتے ہیں، ان میں سے حدیث کے خلاف کونسا ٹولہ ہے؟

تنبیہ: ان پانچ سوالات کے جوابات میں قیاس جیسے شیطانی عمل اور کسی کی تقلید کر کے شرک کے ارتکاب سے احتراز آپ کا فرض منصبی ہے۔ نیز جواب سے سکوت کر کے گونگا شیطان بننے کی اجازت نہیں۔

از حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہ، ۶ صفر ۱۴۲۱ھ

(جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مدنی کالونی گریکس ماری پور کراچی۔)

﴿اشتہار ”اظہار حق“ کا خلاصہ﴾

ہمارے اشتہار بنام ”رفع یدین کا عمل منسوخ ہے“ کا جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے اشتہار بنام ”نماز میں رفع یدین کا عمل سنت متواتر ہے“ کے ذریعہ جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ جناب غیر مقلد صاحب اپنی اس کوشش میں کتنا کامیاب ہوئے اس کا صحیح اندازہ تو اہل علم حضرات ہی لگا سکتے ہیں، کہ جناب غیر مقلد صاحب نے کہاں کہاں حق چھپانے کی کوشش کی ہے، کتنا جھوٹ بولا ہے اور کتنے افتراء و بہتان کے تیر چلائے ہیں۔

ہم نے عدل و انصاف کے خوگر عوام کے نفع کی خاطر اس اشتہار کا تفصیلی جواب لکھ کر سب سے پہلے جناب نصیب شاہ کی خدمت میں بھیجا اور ان سے پر زور مطالبہ کیا کہ اس کا جواب ضرور لکھیے ورنہ.....

لیکن سال سے زیادہ مدت گزر گئی کہ جناب کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا، اللہ جانے غیر مقلد دوست کا ارادہ اس قرض کو اتارنے کا ہے بھی یا نہیں؟ قارئین کرام! یہ تفصیلی جواب بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے پاس محفوظ ہے جن کو شوق ہو آکر ملاحظہ فرمालے۔

برادران محترم! زیر نظر رسالے میں ہم نے اپنا اشتہار دینے کا فیصلہ کر لیا، تو ہم نے ضروری سمجھا کہ اپنے قارئین کرام کو یہ بھی بتاتے جائیں کہ اس اشتہار کا ایک نامکمل اور ناقص جواب لکھا گیا ہے جس کے پرچے ایسے اڑائے گئے ہیں آج سو سال کے بعد بھی فریق ثانی ”صم بکم“ کی عملی تفسیر بنے ہوئے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی ان کی قسمت پر خاموشی ہی چھائی رہے گی۔ طوالت کے خوف سے اس مختصر رسالے میں پورے اشتہار کو تو نقل نہیں کیا جاسکتا البتہ جناب نصیب شاہ غیر مقلد صاحب کے جو جھوٹ، فریب دہی اور نزالی تحقیقات سامنے آئی ہیں صرف انہی کو اپنے پیارے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، جنہیں پورا جواب دیکھنے کا شوق ہے وہ ہمارے یہاں تشریف لے آئیں۔

☆ غیر مقلد نصیب شاہ صاحب کے جھوٹ اور دھوکے ☆

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۱): غیر مقلد صاحب نے لکھا: ”سجدوں اور ہر تکبیر والے روایات ضعیف ہیں“

قارئین کرام! غیر مقلد صاحب کا یہ دعویٰ درجہ ذیل وجوہ کی بناء پر جھوٹ اور دھوکہ ہے (۱) ”مجمع الزوائد ۲/۲۷۰“ پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح حدیث موجود ہے جس میں رکوع اور سجدہ کی رفع کا ذکر ہے۔

(۲) جناب نصیب شاہ صاحب نے بعض روایات کو صحیح سمجھنے کے باوجود غیر معصومین کی تقلید کرتے ہوئے ان میں تاویلات کی ہیں۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۲): ہم نے علامہ نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک قاعدہ نقل کیا ہے، جناب غیر مقلد صاحب نے ایک ہی جملہ بول کر اس سے گلو خلاصی کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں: ”یہ قاعدہ خود ساختہ بھی تمہارے خلاف ہے۔“

قارئین کرام! اس قاعدہ کو خود ساختہ کہنا جھوٹ اور دھوکہ ہے، کیونکہ ہم نے کتاب کے حوالے اور عربی عبارت کے ساتھ یہ قاعدہ پیش کیا ہے، تو خود ساختہ کیونکر ہوا؟

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۳): غیر مقلد دوست لکھتے ہیں: حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی اس آخری ملاقات میں خاص کر رفع یدین کا تذکرہ کیا ”عن وائل بن حجر لا نظرون“ (الحديث)

قارئین کرام! حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو آخری ملاقات کی روایت قرار دینا بھی جناب کا خالص جھوٹ اور دھوکہ ہے، علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو پہلی بار آمد کی روایت قرار دے رہے ہیں اور برانس و کمبل والی روایت کو آخری فرما رہے ہیں،

فرماتے ہیں: قُلْتُ لَا نَظُرْنَ... وَذَكَرَ الْحَدِيثُ وَقَالَ فِي آخِرِهِ ثُمَّ جِئْتُ بَعْدَ ذَلِكَ بِزَمَانٍ فِيهِ بَرْدٌ فَرَأَيْتُ النَّاسَ عَلَيْهِمْ جُلُ الثِّيَابِ تَحْرُكُ أَيْدِيهِمْ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ (السنن الكبرى للبيهقي ۲/۲۸) اس روایت میں سردی کے زمانہ

میں دوبارہ آنا اور گرم کپڑوں کے نیچے رفع یدین کرنا اور (ابوداؤد کی روایت کے مطابق) اس بار صرف پہلی مرتبہ رفع کا دیکھنا صراحۃً لکھا ہوا ہے۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۴: ”إِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ“ (الحديث) اور ”لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ“ (الحديث)

قارئین کرام! جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے ان دو حدیثوں کا خلاصہ اور ترجمہ بتاتے ہوئے حدیث کو کس چالاکی سے بگاڑ کر اپنے نظریے کا تحفظ کیا ہے۔ ”باین عقل و دانش بباید گریخت“

ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں بھول جائے تو آخر میں دو سجدے کر لیں، ہر بھول واقع ہونے پر سلام پھیرتے وقت دو سجدے ہیں“
برادران محترم! جناب غیر مقلد صاحب نے ”سلام پھیرتے وقت“ کہہ کر بات گول مول کر لی کہ سلام کے بعد دو سجدے کرے یا سلام سے پہلے؟ چونکہ جناب کے مذہب میں سلام سے پہلے دو سجدے ہیں، اور یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ ہر بھول پر سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔ حدیث کے الفاظ میں ”بعد السلام“ کا معنی کون نہیں جانتا؟

عزیزان محترم! ”بعد السلام“ کا صاف ترجمہ چھوڑ کر اسے گول مول کرنا، کیا دھوکہ، جھوٹ اور اپنے مذہب کو حدیث مبارک پر ترجیح دینا نہیں؟

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۵): جناب غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں: امام بخاری کے استاد علی بن مدینی عبد اللہ بن عمر کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں: کہ مسلمانوں پر لازم اور حق ہے کہ نماز میں رفع یدین کریں۔“

قارئین محترم! علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ یہ ہیں: ”حَقٌّ عَلَيِ الْمُسْلِمِينَ السَّجْدَةُ“ ان کے کلام میں لازم کا لفظ نہیں، یہ جناب غیر مقلد صاحب کا اضافہ ہے۔ باقی رہا لفظ حق، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ حق استحبابی بھی ہوتا ہے اور وجوبی بھی، اس کو بدوں دلیل

وجوبی اور لزومی پر محمول کرنا سینہ زوری اور قائل کے ذمہ اپنی طرف سے ایسی بات لگانا ہے جس سے وہ خوش نہیں۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۶) : لکھا ہے کہ: ”امام ابن مبارک فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کے احادیث تعداد کثرت اور قوت صحت کے لحاظ سے اتنا قوی ہے کہ جیسے میں اس وقت نبی کریم ﷺ کو رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں الخ“

قارئین کرام! جناب غیر مقلد صاحب نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے رکوع جاتے اٹھتے وقت رفع یدین کا وجوب ثابت کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ واجب ہے۔ حالانکہ اس پوری عبارت میں ایک مرتبہ بھی وجوب و لزوم کا لفظ نہیں۔

برادران محترم! ثبوت الگ چیز ہے اور حکم اور اس کا درجہ وحیثیت الگ چیز، انکی عبارت ثبوت سے متعلق ہے حکم کے درجہ اور حیثیت سے متعلق نہیں، کہ فرض ہے یا واجب یا سنت و مستحب۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۷) : جناب نے لکھا ہے کہ: ”امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لا یحل ترکہ یعنی رفع یدین کا چھوڑنا ہرگز جائز نہیں“

قارئین محترم! حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جو قول ہمیں ملا ہے اس میں ”لا یحل ترکہ“ (کہ چھوڑنا حلال نہیں) کا نام و نشان تک نہیں، ہاں وہ تو ثواب کی امید کی بات کرتے ہیں، الرِّبْعُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ قُلْتُ لِلشَّافِعِيِّ مَا مَعْنَى رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ مَعْنَى رَفْعِهَا عِنْدَ الْإِفْتِتَاحِ تَعْظِيمًا لِلَّهِ وَسُنَّةٌ مُتَّبَعَةٌ يُرْجَى ثَوَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِثْلَ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّافَا وَالْمَرْوَةِ وَغَيْرِهِمَا. (السنن الکبری للبیہقی ۲/۸۲)

قارئین کرام! اس عربی عبارت کا ترجمہ جناب نصیب شاہ غیر مقلد سے کرا کے پوچھ لیجئے کہ کس لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ ”رفع یدین کا چھوڑنا قطعاً جائز نہیں“۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۸) : میرے غیر مقلد دوست فرماتے ہیں: ”امام اوزاعی

امام حمیدی اور امام ابن خزیمہ رفع یدین کو واجب کہتے تھے۔

برادران محترم! یہ تینوں حضرات صرف تکبیرہ تحریمہ کے وقت رفع الیدین کو واجب فرماتے ہیں اور بس، رکوع سے قبل وبعد اور تیسری رکعت کی رفع کو ان حضرات نے ہرگز ہرگز واجب نہیں فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَقَوْلُ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ: أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى جَوَازِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَمِمَّنْ قَالَ بِالْوُجُوبِ أَيْضًا الْأَوْزَاعِيُّ وَالْحَمِيدِيُّ شَيْخُ الْبُخَارِيِّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ مِنْ أَصْحَابِنَا (فتح الباری ۲/۲۷۹)

اس عبارت میں تصریح موجود ہے کہ اختلاف افتتاح صلاۃ کی رفع میں ہے اور بس، رکوع سے قبل وبعد کی رفع میں کسی کا اختلاف نہیں (عبارت کا ترجمہ کسی غیر مقلد سے کرانا چاہئے)

برادران محترم! آپ نے دیکھا کہ ان غیر مقلد صاحب نے حضرات محدثین و محققین رحمہم اللہ فرمائی پر کس قدر جھوٹ و افتراء باندھا ہے مگر پھر بھی ان کا مقصد پورا نہ ہو سکا...

نہ خدای ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے
جب کھل گئی بظالت پھر اسکو چھوڑ دینا نیکوں کی ہے یہ سیرت راہ ہدی یہی ہے

﴿غیر مقلد دوست کے معیار علم کے چند نمونے﴾

نمونہ نمبر ۱: جناب نصیب شاہ غیر مقلد لکھتے ہیں: ”اصطلاحی طور پر فرض واجب سنت جو بھی حکم لگا دو دلائل کے روح (صحیح لفظ ”روح“ ہے۔ ناقل) سے وہ درست ہے۔“

قارئین کرام! علمی دنیا میں فرض، واجب اور سنت میں فرق مسلم اور بدیہی ہے کسی مکتب فکر نے اس کا انکار نہیں کیا، لیکن جناب غیر مقلد صاحب کا دعویٰ دیکھیے کہ یہ دلائل کے ”روح“ سے ثابت ہے، کاش جناب نصیب شاہ صاحب کا کوئی دیندار اور حق پرست مقتدی اور مقلد اٹھ کر جناب سے پوچھے کہ وہ دلائل ذرا بتا دیجئے جن سے رفع یدین کا فرض اصطلاحی ہونا اور واجب اصطلاحی ہونا اور سنت اصطلاحی ہونا ثابت ہوتا ہے اور ان میں اتحاد بھی ثابت

ہوتا ہے، تو کیا ہی مزہ آ جاتا۔

ترسم کہ نرسی بکعبہ اے اعرابی کیس رہ کہ تومی روی بترکستان است

نمونہ نمبر ۲: جناب انصیب شاہ غیر مقلد نے تین دفعہ لکھا ہے ”عیدین اور وتروں میں رفع یدین کرنے کی کوئی مرفوع صحیح اور صریح حدیث نہیں“۔ جناب نے یہ لکھ کر ہمیں طعنہ دیا ہے کہ جہاں ثابت نہیں وہاں کرتے ہو اور جہاں ثابت ہے وہاں نہیں کرتے۔

میرے پیارے غیر مقلد دوست! ہمارے ہاں چونکہ رکوع کی رفع منسوخ ہے اس وجہ سے نہیں کرتے، اور وتر و عیدین کی رفع ہم مقلدین، ماہر شریعت اور مجتہد کی رہنمائی اور تقلید میں کرتے ہیں۔ مشکل تو آپ جیسے غیر مقلدین کے سر آپڑی ہے کہ آپ کی پوری جماعت عیدین اور وتر میں عام نمازوں سے زیادہ رفع کرتی ہے حالانکہ بقول آپ کے، یہ رفع کسی صحیح مرفوع صریح حدیث سے ثابت نہیں۔ لہذا جناب غیر مقلد دوست آپ ہی بتائیے، آپ لوگ یہ رفع تقلیداً کرتے ہو یا قیاساً؟ جبکہ آپ کے یہاں تقلید حرام فعل ہے اور قیاس شیطان کا کام ہے۔ اس مسئلہ میں آپ کی پارٹی کچھ حرام فعل کر کے رفع یدین کرتی ہے یا شیطان کی جماعت میں شامل ہو کر رفع کرتی ہے؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

گل و گلچیں کا گلہ بلبل ناشاد نہ کر تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

نمونہ نمبر ۳: جناب غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں: ”لیکن مقلدین اس عمل سے رجوع کے لیے تیار نہیں جو اول تا آخر اسلام میں حرام رہا ہے یعنی عورتوں کا حلالہ کرنا“۔

قارئین کرام! ہمارے حنفیہ کے یہاں سے لکھا جاتا ہے کہ تین طلاقیں کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے حلالہ شرعیہ کے بعد حلال ہو جائے گی، اور حلالہ شرعیہ یہ ہے کہ جس عورت کو شوہر تین طلاقیں دے وہ عدت کے بعد اپنی مرضی سے دوسرے سے نکاح کر لے پھر وہ (دوسرا شوہر) صحبت کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دیدے یا وہ قضائے الہی سے فوت ہو جائے تو عدت کے بعد اگر یہ عورت پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ جائز ہے۔

ہم غیر مقلد سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حلالہ شرعیہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں؟ قرآن کریم کی آیت مبارکہ ”حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ“ میں کیا تین طلاقوں والی عورت کے حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟ اور صحیح بخاری (ص ۷۹۲، ص ۸۰۱ ج ۲) کی حدیث جس میں آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا (جس کو شوہر تین طلاق دے چکا تھا اور وہ دوسرے سے نکاح کر چکی تھی لیکن صحبت نہیں ہوئی تھی اور وہ پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی تھی بدوں شوہر ثانی سے صحبت کیے) ”لَا حَتَّىٰ تَذُوقِي غَسِيلَتَهُ وَيَذُوقَ غَسِيلَتَكَ“ کہ جب تک ہمبستری اور صحبت نہ کر لو پہلے شوہر کے پاس جانا تیرے لیے حلال نہیں۔

جناب من! کیا صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث میں تین طلاق کے بعد حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟

جناب من! حلالہ شرعیہ جس کی تفصیل اوپر لکھ چکا ہوں کیا اسلام میں اول تا آخر حرام رہا ہے؟ استغفر اللہ!!!! جو چیز قرآن و حدیث سے اول تا آخر ثابت ہے اس کو تو حرام سمجھ رہے ہیں اور جو چیز ناجائز اور حرام ہے اول تا آخر اس کے حلال ہونے کے دھڑا دھڑا فتوے دیئے جا رہے ہیں....

تین طلاقوں کے بعد شوہر اول کے لیے حلال ہونے کی صورت کو قرآن کریم نے ”حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ“ سے مقید کیا ہے لیکن ان غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس صریح قید کو اڑا کر فتویٰ دیا کہ بدوں کسی اور سے نکاح کیئے حلال ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے تین طلاق پاسنے والی عورت سے فرمایا کہ جب تک دوسرے شوہر سے ہمبستری نہ ہوگی پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی، لیکن آج کے محققین نے اس صحیح حدیث کے خلاف فتویٰ دیکر فیصلہ دیا کہ دوسرے سے نکاح کے بغیر بھی پہلے شوہر کے لیے حلال ہے۔

ع ہم الزام ان پہ رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

الحاصل: جناب نصیب شاہ غیر مقلد کے اشتہار کی کچھ جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ جو حضرات دونوں اشتہار اور ہمارا تفصیلی جواب دیکھنا چاہیں وہ تشریف لائیں اور ملاحظہ فرمائیں۔

ذیل صحیح البخاری

﴿جلسہ استراحت کا حکم﴾

اکثر ائمہ الفقہ والحدیث جلسہ استراحت کے قائل نہیں۔ یہ حضرات جلسہ کے بغیر سیدھا کھڑے ہونے کو افضل فرماتے ہیں۔ ان جبال علم و معرفتہ کے اقوال و اسماء ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَفِي التَّمْهِيدِ اخْتَلَفَ الْفُقَهَاءُ فِي النَّهْوِ عَنِ السُّجُودِ فَقَالَ مَالِكٌ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَالثَّوْرِيُّ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ يَنْهَوْنَ عَلَى صُذُورِ قَدَمَيْهِ وَلَا يَجْلِسُ (حاشیہ البخاری ۱/۱۱۳) ان حضرات کا اپنا عمل بھی جلسہ استراحت نہ کرنا تھا۔

قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عِيَّاشٍ: أَذْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَفْعَلُ ذَلِكَ (حوالہ بالا) نعمان فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی طرح (یعنی جلسہ استراحت نہ) کرتے دیکھا ہے۔

قَالَ أَبُو الزُّنَادِ: وَذَلِكَ السُّنَّةُ (حوالہ بالا) ابو زناد فرماتے ہیں سنت یہی ہے (کہ جلسہ استراحت نہ کرے)

وَبِهِ قَالَ أَحْمَدُ وَرَاهُوِيَهُ وَقَالَ أَحْمَدُ: وَكَثُرَ الْأَحَادِيثُ يَذُلُّ عَلَى هَذَا (حوالہ بالا) امام احمد اور راہویہ کا قول بھی یہی ہے (کہ جلسہ استراحت نہ کرے) اور امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اکثر احادیث اسی پر دلالت کرتی ہیں (کہ جلسہ استراحت نہیں) یاد رہے کہ یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔

﴿دلائل﴾

(دلیل ۱): حدیث مسیء الصلاۃ بروایۃ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ نے حضرت خلد بن رافع رضی اللہ عنہ کو نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے سجدہ کی تعلیم کے بعد فرمایا: ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا (صحیح بخاری ۲/۹۸۶) اس حدیث میں دوسرے سجدے کے بعد پوری نماز میں سیدھے کھڑے ہونے

کا حکم دیا ہے اور بیٹھنے کا ذکر نہیں۔ چونکہ دوسری اور چوتھی رکعت کے بعد مستقل قعدہ ہے اس لیے ظاہر ہے کہ یہ پہلی اور تیسری رکعت سے متعلق ہوگا۔

اشکال: صحیح بخاری ۲/۹۲۴ پر ”حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا“ کی جگہ ”حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا“ کے الفاظ ہیں جو جلسہ استراحت پر دال ہیں، لہذا حنفیہ کا استدلال تام نہ ہوا۔
جواب: یہ کسی راوی کا وہم ہے صحیح روایت ”حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا“ ہی ہے، دو وجہ سے:

(۱) خود حافظ ابن الجبر الشافعی رحمہ اللہ نے اس وہم کو تسلیم کیا ہے (فتح الباری ۱/۲۲۲،

(۳۵۵)

(۲) امام بخاری رحمہ اللہ کا صنیع بھی اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ انہوں نے ”حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا“ کے بعد فرمایا ”قَالَ أَبُو أُسَامَةَ فِي الْآخِرِ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا“۔ (صحیح بخاری ۲/۹۲۴، فتح الباری ۱۱/۳۱، ۴۳)

(دلیل ۲): حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُذُورٍ قَدَمَيْهِ. (ترمذی ۱/۶۴) کہ آپ ﷺ نماز میں پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔
اعتراض: امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں اس کی سند میں خالد بن الیاس راوی ضعیف ہے۔

جواب: محقق ابن الہمام رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ سند کے ضعف کے باوجود تلقی بالقبول کی وجہ سے یہ صحیح اور قابل حجت ہے۔ (حاشیہ البخاری ۱۱۳/۱)
غیر مقلدین کی دلیل: حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ اس میں ”لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِدًا“ آیا ہے۔ (بخاری ۱۱۳/۱)

جواب: اس کے کئی جواب ہیں۔

۱۔ اس کی سند میں ابو قلابہ ہے جو ناصبی مذہب کا تھا اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا

حافظ صحیح نہ رہا تھا۔ (رسائل ۱/۲۰۵)

۲۔ ابو قلابہ کے ایک شاگرد ایوب السخنی کی فرماتے ہیں: كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهُ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّلَاثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ (بخاری ۱۱۳۸) کہ مالک بن الحویرث ؓ نے عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی اور میں نے اس بوڑھے عمرو بن سلمہ کی طرح کسی اور کو جلسہ استراحت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام معمول جلسہ استراحت نہ کرنے کا تھا۔

۳۔ بنا بر صحت حدیث عذر اور حاجت پر محمول ہے، خود غیر مقلدین کے سر تاج علامہ ناصر البانی فرماتے ہیں: جلسہ استراحت مشروع نہیں صرف حاجت کے لئے ہے۔ (ارداء الغلیل ۲/۸۳، بحوالہ رسائل ۳/۳۴۶)

﴿کچھ سوالات و مطالبات﴾

- ۱۔ کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ جلسہ استراحت سنت موكده ہے؟
- ۲۔ کیا اس جلسہ میں کوئی ذکر بھی مسنون ہے؟ یہ اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي کے خلاف ہے یا نہیں؟
- ۳۔ کیا جلسہ استراحت کے بعد تکبیر کہہ کر اٹھنا بھی کسی حدیث سے ثابت ہے؟ اگر ثابت نہیں تو یہ سنت یا مستحب نہ ہوگا کیونکہ ہر خفض و رفع میں تکبیر و ذکر ہے۔
- ۴۔ ابو مالک اشعری ؓ نے اپنی قوم کو جب آپ ﷺ کی نماز کا طریقہ سکھایا تو انہوں نے تکبیر اول کے بعد نہ رفع بدین سکھائی اور نہ ہی جلسہ استراحت سکھایا (مسند احمد ۵/۴۳۴، مجمع الزوائد) کیا اس صحابی نے سنت کی خلاف نماز سکھائی؟ کیا یہ تارک سنت تھے؟ کیا انہوں نے اپنی قوم کو خلاف سنت گمراہ کیا؟
- ۵۔ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضور اکرم ﷺ صحابہ ؓ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے، کیا ان ائمہ اور صحابہ و تابعین ؓ کی نماز ہوئی یا نہیں جو جلسہ استراحت نہ کرتے تھے؟ ان کے ذمہ ان نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کوئی بھولے سے جلسہ استراحت چھوڑے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

۶۔ غیر مقلد علامہ البانی نے جو تاویل کر کے اس حدیث کو حاجت پر محمول کیا ہے، اس کی وجہ سے وہ حدیث رسول ﷺ میں تحریف کے مرتکب ہو کر گمراہ ہوئے یا نہیں؟ ان کی تاویل صحیح ہے یا پھر غلط؟

یاد رکھئے! ان تمام سوالات کے جواب صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دینا ضروری ہے قیاس شیطان کا کام ہے اور تقلید شرک ہے اور بے سند گفتگو بے دینی ہے اور جواب نہ دینا گونگے شیطان کا شیوہ ہے لہذا ان تمام عیوب و نقائص سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے منصب کے مطابق جواب دیجئے گا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وتر اور قنوت کے مسائل﴾

مسئلہ نمبر (۱) : نماز وتر تین رکعت ہے۔

(۱) ”کِتَابُ التَّهَجُّدِ“ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے امی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل فرمائی ہے جس میں ایک سوال کے جواب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان دونوں صورتوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے، چار (۴) پڑھتے انتہائی حسن و طوالت کے ساتھ، پھر چار (۴) پڑھتے انتہائی حسن و طوالت کے ساتھ، پھر ”يُصَلِّي ثَلَاثًا“ یعنی تین پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے پوچھا: ”یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟“ فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ (صحیح بخاری ۱۵۴/۱)

فائدہ: اس حدیث میں آٹھ تہجد اور تین رکعت وتر کا ذکر ہے اور ”فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ“ کے اضافے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عمل سال کے بارہ مہینے ہوتا تھا۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى بِسَبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ

وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (مستدرک حاکم ۱/۶۰۸، ترمذی ۱/۱۰۶، طحاوی ۱/۲۰۰) اس مضمون کی روایت حضرت ابی بن کعب، عبداللہ بن عباس، عمران بن حصین وغیرہم سے بھی صحیح اور حسن سے مروی ہے۔ (نسائی ۱/۲۴۸، ترمذی ۱/۱۰۶، طحاوی ۱/۲۰۰، عبدالرزاق ۳/۳۳، ابن ابی شیبہ ۲/۱۹۹)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے، پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ دوسری میں کافرون اور تیسری میں اخلاص اور معوذتین پڑھتے (اور بعض روایات میں ہے کہ تیسری میں اخلاص پڑھتے) تو یثیق: قَالَ الْحَاكِمُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (المستدرک ۱/۶۰۹)

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ (عمدة القاری ۵/۲۱۵)

قَالَ الْإِمَامُ التِّرْمِذِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَهَذَا (أَيْ حَدِيثُ عَائِشَةَ، النَّاقل) حَدِيثٌ حَسَنٌ (الترمذی ۱/۱۰۶)

(۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَيْقَظَ فَتَوَسَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ "إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ" حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ أَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِثْلَ رَكْعَاتٍ كُلِّ ذَلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ. (رواه مسلم، مشکوٰۃ ۱۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ (ایک رات) حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہاں سوئے چنانچہ (انہوں نے بیان کیا کہ) آپ ﷺ رات میں بیدار ہوئے، مسواک کی، اور وضو کیا پھر یہ آیت پڑھی۔۔۔ آخر سورت تک اس کے بعد

آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی، جس میں قیام، رکوع اور سجدے کو طویل کیا پھر (دو رکعت نماز سے) فارغ ہو کر سو گئے اور خرائے لینے لگے تین مرتبہ آپ ﷺ نے اسی طرح کیا (یعنی مذکورہ طریقہ پر دو رکعت پڑھ کر سوتے پھر اٹھ جاتے) اس طرح آپ ﷺ نے تین مرتبہ چھ رکعتیں پڑھیں اور ہر بار مسواک بھی کرتے وضو بھی کرتے اور آیتیں بھی پڑھتے تھے پھر آخر میں آپ ﷺ نے وتر کی تین رکعت پڑھیں۔

(۴) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَا رَمَقَنَّ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اللَّيْلَةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ أَوْتَرَ فَذَلِكَ ثَلَاثَةُ عَشْرَةَ رَكْعَةً، رَوَاهُ مُسْلِمٌ، قَوْلُهُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ هَكَذَا فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ (مشکوٰۃ ۱۰۶)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک رات میں نے ارادہ کیا کہ) میں آج کی رات آپ ﷺ کی نماز کو دیکھتا رہوں گا چنانچہ (میں نے دیکھا کہ) پہلے آپ ﷺ نے دو رکعتیں ہلکی پڑھیں پھر دو رکعتیں طویل طویل طویل سی پڑھیں پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو ان دونوں سے کم (طویل) تھیں جو آپ ﷺ نے ان سے پہلے پڑھی تھیں، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں سے کم (طویل) تھیں، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی جانے والی دونوں رکعتوں سے کم (طویل) تھیں، پھر آپ ﷺ نے وتر پڑھے اور یہ سب تیرہ (۱۳) رکعتیں ہو گئیں (مسلم) اور زید کا یہ قول کہ پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں سے کم تھیں صحیح مسلم میں، حمیدی کی کتاب کہ جس میں انہوں نے فقط مسلم ہی کی روایتیں نقل کی ہیں اور موطا امام مالک، سنن ابی داؤد نیز جامع الاصول سب میں چار مرتبہ منقول ہے۔

(۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: صَلَاةُ الْمَغْرِبِ

وَتَرُضَلَةُ النَّهَارِ. (ابن ابی شیبہ ۲/۱۸۳، عبد الرزاق ۳/۲۸، طحاوی ۱/۱۹۷)

ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :
مغرب کی نماز دن کی وتر ہے۔

توثیق : قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى : وَهَذَا السَّنَدُ عَلَى شَرْطِ الشُّيْخَيْنِ
(۶) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی سند صحیح سے مروی ہے کہ رات کے وتر دن کے وتر
کی طرح ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : وَتُرُ اللَّيْلِ كَوَتْرِ النَّهَارِ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ ثَلَاثَ
(مجمع الزوائد ۳/۵۰۲، سنن کبریٰ ۳/۳۱)

توثیق : قَالَ الْعَلَّامَةُ الْهَيْثَمِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى : رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَ
رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

فائدہ : ان روایات میں رات کے وتر کو دن کے وتر یعنی مغرب کی نماز کی طرح قرار
دیا گیا ہے، سب جانتے ہیں کہ مغرب کی نماز دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ہے لہذا وتر اللیل
بھی اسی طرح ہوگا۔

مسئلہ نمبر (۲) : نماز وتر میں دو تشہد اور ایک سلام ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي
الْبُرُكَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْوُتْرِ ، وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهَا : يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي
آخِرِهِنَّ (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷، النسائی ۱/۲۴۹)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی دو
رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ تین رکعت
وتر پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے۔

توثیق : امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ
الشُّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷)

فائدہ: اس صحیح حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ تین وتر ایک سلام کے ساتھ ہے۔

(۲) حضرت عمرؓ اور اہل مدینہ بھی دو شہد اور ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھتے تھے جیسا کہ حاکم نے مندرجہ بالا حدیث کے تحت لکھا ہے: وَ هَذَا وَتَرُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ وَ عَنْهُ أَخَذَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ. (المستدرک للحاکم ۶۰۷/۱) مسئلہ نمبر (۳): دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی۔

(۱) عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍؓ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ... وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ... الْحَدِيثُ (النسائی ۲۴۸/۱، ابن ماجہ ۸۴) ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔۔۔ اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

توثیق: علامہ ماردینی رحمہ اللہ نے اس کی سند پر کلام کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الجوہر النقی علی هامش البیہقی ۴۱/۳)

(۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍؓ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ. (ابن ابی شیبہ ۲۰۲/۲) ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(۳) عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوا يَقْنُتُونَ قَبْلَ الرُّكُوعِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۰۲/۲)

ترجمہ: علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود اور نبی کریم ﷺ کے دوسرے صحابہؓ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

توثیق: قَالَ الْإِمَامُ الْمَارْدِينِيُّ رحمہ اللہ: وَ هَذَا سَنَدٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ. (الجوہر النقی علی هامش البیہقی ۴۱/۳)

سوال: کیا ایک رکعت وتر شاذ اور غیر معروف ہے؟

جواب: جی ہاں! ”صحیح بخاری ۱/۵۳۱“ پر حضرت معاویہ ؓ کے ایک رکعت وتر پڑھنے اور اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام کے اشکال اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب کہ ”وہ صحابی اور فقیہ ہیں ان پر اعتراض نہ کرنا“ کا ذکر ہے، جس سے دو (۲) باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) صحابہ ؓ کے دور میں ایک و تراجمی اور غیر معروف سمجھا جاتا تھا اسی وجہ سے تو غلام کو شکایت کرنا پڑی۔

(۲) مجتہد اور فقیہ کو ہر اجتہاد پر اجر ملتا ہے، خواہ وہ شاذ اور غیر معروف کیوں نہ ہو۔ دیکھو یہاں ان پر انکار اور رد نہ کرنے کا عذر یہ بیان فرمایا گیا کہ صحابی اور فقیہ و مجتہد ہیں۔ حضرت علامہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس واقعہ سے یہی ثابت کیا ہے کہ قرن اول میں ایک و ترا شاذ اور غیر معروف تھا۔ (حاشیہ نمبر ۱۱، صحیح بخاری ۱/۵۳۱)

☆☆☆☆

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿غیر مقلدین کا ننگا سر اور ان کے اقوال و فتاویٰ﴾

سؤال: آج کل غیر مقلدین انتہائی اہتمام سے ننگے سر گھومتے پھرتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس سؤال کے جواب میں صرف غیر مقلدین کے مدلل اقوال اور فتاویٰ کے نقل کو ہم کافی دانی سمجھتے ہیں۔

ابن لعل دین غیر مقلد کی مدلل تحریر: ابن لعل دین غیر مقلد نے چند احادیث نقل کر کے سیاہ پگڑی کو سنت کہا ہے۔ ابن لعل دین لکھتے ہیں: اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ عمامہ جو اللہ کے رسول ﷺ باندھا کرتے تھے اس کا رنگ حدیث میں سیاہ مذکور ہوا ہے۔ جیسا کہ جابر ؓ نے کہا: ”دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ“ نبی اکرم ﷺ فتح مکہ والے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ پر سیاہ پگڑی تھی (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، احمد، دارمی)

”عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ ؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ“ ابو داؤد میں اس طرح ہے ”رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرَخَى طَرَفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ“

عمر بن حرث ؓ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو منبر پر دیکھا آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور آپ ﷺ کے سر پر سیاہ پگڑی تھی آپ ﷺ نے اس کے شملہ کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا (مسلم، ابن ماجہ، ابو داؤد، شائل ترمذی)

مذکور الصدر احادیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ عمامہ باندھنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ (میٹھی میٹھی سنتیں یا۔۔۔۔۔ ص ۱۸۴، ۱۸۵)

(اس سنت پر کوئی غیر مقلد عمل کرنے کو تیار نہیں بلکہ عمل کو جائز ہی نہیں سمجھتے، کیوں؟ اس سنت سے بغاوت کیوں؟ احمد ممتاز)

﴿فتاویٰ علمائے اہل حدیث﴾

۱۔ تعصب، لا پرواہی اور فیشن کی بنا پر ایسا کرنا (یعنی سرنگار کھنا) صحیح نہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔

۲۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت (ننگا سر) کا جواز ثابت ہو۔

۳۔ سنت اور استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔

۴۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے۔

۵۔ غرض کسی حدیث میں بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں، محض بے عملی یا بد عملی یا کسل کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں، العیاذ باللہ۔

۶۔ کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہو گا یا قلت عقل سے۔

۷۔ ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے، اگر اس جنس لطیف

سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ ابتدائی عہد اسلام کو چھوڑ کر جبکہ کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں بصراحت یہ مذکور ہو کہ نبی ﷺ یا صحابہ کرام ؓ نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو چہ جائیکہ معمول بنالیا ہو اس لئے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے۔

۹۔ اگر تعبد اور خضوع اور خشوع کے لئے عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ شبہ ہوگا۔

۱۰۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد و خضوع اور خشوع کی علامت نہیں اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا۔ ”وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى“ (نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر) غرض ہر لحاظ سے نا پسندیدہ عمل ہے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث المجلد الرابع وغیرہ بحوالہ تحفہ والہحدیث ص ۱۴)

﴿کچھ سوالات واستفسارات﴾

۱۔ سنا ہے کہ غیر مقلدین کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام غیر مقلد علماء اور مناظرین نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں انہوں نے قرآن و حدیث کے خلاف لکھ کر عوام الناس کو دھوکہ دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کسی غیر مقلد سے کہا جاتا ہے کہ یہ بات تمہارے ہی عالم نے لکھی ہے تو فوراً انکار کر جاتا ہے کہ غلط لکھا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

۲۔ ابن لعل دین احادیث کے حوالہ سے سیاہ پگڑی کی جو سنیت ثابت کی ہے یہ صحیح ہے یا پگڑی کے دشمنوں کا عمل درست ہے؟

۳۔ جو شخص ننگے سر رہنے اور نماز پڑھنے کو دین و شریعت اور حق کی علامت کہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

۴۔ اوپر نمبر ۸ میں غیر مقلد عالم نے کہا ہے کہ مجھے مسجد میں باجماعت ننگے سر نماز پڑھنے کی کوئی صریح روایت نہیں ملی، کیا آج مل گئی ہے؟

۵۔ فتاویٰ علماء اہل حدیث جلد سوم کے آغاز میں اس فتاویٰ کے متعلق لکھا ہے جو کچھ پیش کیا گیا ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر کوئی مندرجہ بالا دس حوالوں میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو یہ قرآن و حدیث کا انکار ہو گا یا نہیں؟

۶۔ ننگے سر نماز پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب یا مباح؟

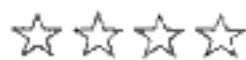
۷۔ اگر کسی نے ٹوپی یا پگڑی سے نماز پڑھی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ سجدہ سہو واجب ہو گا یا نماز مکروہ ہو جائے گی؟

۸۔ غیر مقلدین کی مساجد میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ امام سر ڈھانک کر نماز پڑھاتا ہے ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس کا عمل حدیث کے موافق ہے یا مخالف؟ اس کو امامت سے ہٹانا کمیٹی پر فرض ہے یا نہیں؟

۹۔ غیر مقلد مفتی صاحب نے نمبر ۵ میں جو لکھا ہے کہ بلا عمامہ ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنالینا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ اس مفتی صاحب نے جھوٹ لکھا ہے یا سچ؟ اگر جھوٹ لکھا ہے جیسے کہ آجکل کے غیر مقلدین کا عمل بتا رہا ہے تو اس جھوٹ سے یہ گمراہ ہوا یا نہیں؟ اگر سچ ہے تو عمل سے رکاوٹ کیا ہے؟

۱۰۔ ابتداء اسلام کو چھوڑ کر جس میں کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد کپڑوں کی وسعت کے زمانہ میں جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے ننگے سر نماز پڑھنے اور ادھر ادھر ننگے سر گھومنے کا معمول بنایا ہو، ان کے نام بتائیے۔

ان دس سوالوں کا جواب قرآن کریم کی صریح آیت یا صحیح صریح، غیر متعارض حدیث سے دینا لازم ہے۔ قیاس شیطان کا کام ہے اور تقلید شرک ہے اور بے سند گفتگو بے دینی ہے اور جواب نہ دینا گونگے شیطان کا شیوہ ہے لہذا ان تمام عیوب و نقائص سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے منصب کے مطابق جواب دیجئے گا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا﴾

سوال : کیا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا بدعت ہے؟

جواب : دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ثابت اور مستحب ہے۔ اسے بدعت کہنا بہت بڑی جہالت اور گمراہی ہے۔

☆☆ دلائل مصافحہ بالیدین ☆☆

دلیل نمبر (۱) : قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : عَلَّمَنِي النَّبِيُّ ﷺ التَّشَهُّدَ

وَكَفَّفِي بَيْنَ كَفَّيْهِ . (صحيح البخارى ۹۲۶/۲، الصحيح لمسلم ۱۷۳/۱، سنن النسائي ۱۷۵/۱)

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی ایسی حالت میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔“
اشکال : اس میں تو تعلیم کے وقت مصافحہ کا ذکر ہے اس سے ملاقات کے وقت کا مصافحہ ثابت کرنا جہالت اور ظلم ہے۔

جواب : درج ذیل حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث سے مطلق مصافحہ کو ثابت کیا ہے، خواہ تعلیم کے وقت ہو یا ملاقات کے وقت۔

(۱) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ، کیونکہ انہوں نے اس حدیث کو ”بَابُ الْمُصَافَحَةِ“ اور ”بَابُ الْأَخْذِ بِالْيَدَيْنِ“ میں لاکر مصافحہ اور وہ بھی دونوں ہاتھوں سے کرنے پر استدلال کیا ہے۔

(۲) جبل الحدیث حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳) محدث کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۵) شارح بخاری حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ

یہ حضرات محدثین بخاری شریف کی شرح لکھنے والے ہیں، ان سب نے اس مقام پر امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کے استدلال کو تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں لکھا کہ یہ مصافحہ تعلیم کے وقت کا ہے اس سے مطلق مصافحہ کو ثابت کرنا غلط اور امام بخاری کی خطا ہے۔ قارئین کرام! کیا یہ پانچوں محدثین ظالم اور جاہل تھے (نعوذ باللہ من ذلک) تنبیہ: اگر لاندہیوں میں ہمت ہو تو اجلہ اور نامور محدثین میں سے پانچ نہیں صرف دو (۲) کا حوالہ پیش کریں جنہوں نے اس استدلال کو غلط قرار دیکر اسے ظلم اور جہالت کہا ہو، جیسے ہم نے دو نہیں پانچ عادل اور نامور محدثین سے اس کو ثابت کیا ہے۔

سوال: مولوی عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ اس سے وہ مصافحہ جو ملاقات کے وقت کیا جاتا ہے مراد نہیں الخ (مجموعۃ الفتاوی)

جواب: اس کے دو جواب ہیں (۱) جن حضرات محدثین رحمہم اللہ علیہم نے نام لیا ہے یہ ان کے ہم پلہ نہیں۔ لہذا ان کی فہم اور سمجھ کے مقابلے میں ان کی سمجھ کا اعتبار نہیں۔ (۲) علامہ لکھنوی رحمہ اللہ علیہ کی عبارت تمہارے لئے کچھ مفید نہیں کیونکہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جو مصافحہ ہے وہ تعلیم کے وقت کا مصافحہ ہے ملاقات کے وقت کا مصافحہ نہیں، اور یہ بات صحیح ہے اور سب مانتے ہیں کہ تشہد کی تعلیم کے وقت یہ مصافحہ تھا۔ اس کا کوئی منکر نہیں اور نہ اس میں اختلاف ہے۔ محل اختلاف تو یہ ہے کہ اس مصافحہ تعلیمیہ سے مطلق اور بوقت ملاقات مصافحہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ علامہ لکھنوی رحمہم اللہ علیہ نے اس استدلال کا انکار نہیں کیا۔ لہذا ان کا قول ہمارے خلاف، عقل و دانش سے ہماری اور بصیرت کا دشمن ہی پیش کر سکتا ہے۔

اشکال: اس سے اگر ملاقات کے وقت کا مصافحہ تسلیم کر لیا جائے تو اس سے تین باتوں کا مصافحہ ثابت ہوگا ایک کے دو ہاتھ اور دوسرے کا ایک ہاتھ جبکہ تم چار ہاتھوں کے مصافحہ کو اس سے ثابت کرتے ہو۔

جواب: اس کے کئی جواب ہیں۔ (۱) کسی حدیث میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں، کہ آپ ﷺ کے دو ہاتھ تھے اور ان کا ایک تھا اور ایک نہ تھا۔
 (۲) یہ کہنا کہ آپ ﷺ کے دو ہاتھ تھے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ تھا، عقل و درایت اور محبت رسول ﷺ کے خلاف ہے کیونکہ کس کا دل مانتا ہے کہ آپ ﷺ نے مصافحہ کے لئے دونوں مبارک ہاتھ بڑھائے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف ایک ہی ہاتھ بڑھایا ہو، عرف اور عادت الناس اس پر شاہد ہے کہ ہمیشہ سے جب بھی چھوٹا بڑے کو کچھ پکڑاتا ہے تو دونوں ہاتھ سے ادب سمجھ کر پکڑاتا ہے اور جب مصافحہ کرتا ہے تو دونوں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کرنے کو ادب اور احترام سمجھتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہرگز ہرگز یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے ادب و احترام کے راستے کو چھوڑ کر صرف ایک ہاتھ دیا ہو۔

(۳) اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں کا ذکر صراحۃً ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دونوں ہتھیلیوں کا ذکر دلالتاً ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب آدمی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتا ہے تو ایک ہاتھ کے دونوں طرف دوسرے کی ہتھیلیاں لگتی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ایک ہاتھ کی یہ خوبی بیان فرما رہے ہیں کہ میرے اس ہاتھ کے دونوں طرف حضرت رسول اکرم ﷺ کی مبارک ہتھیلیاں لگی تھیں۔ ان کا مقصد ”كَفِّي بَيْنَ كَفِّيهِ“ سے اپنے اس ہاتھ کی یہی خوبی بیان کرنا ہے، اپنے دوسرے ہاتھ کی نفی کرنا نہیں یعنی ان کا مقصد یہ بتانا نہیں کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور میں نے ایک ہاتھ سے کیا، اور دوسرے ہاتھ کو الگ دور رکھا تھا۔

لطیفہ: حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میں نے ایک غیر مقلد دوست کو بخاری شریف سے دو ہاتھ سے مصافحہ والی حدیث دکھائی تو تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا: ”اگرچہ آنحضرت ﷺ کے مصافحہ میں دو ہاتھ تھے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تو ایک ہی ہاتھ تھا، میں نبی تو نہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کروں، میں یہاں نبی کی بجائے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتباع کروں گا۔“ (مولانا فرماتے ہیں) میں نے کہا: جس طرح تم نبی نہیں ایسے ہی تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح صحابی بھی نہیں ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرو، اسی

لئے تم صرف اٹھٹھ ملا کر مصافحہ کر لیا کرو تا کہ نہ تمہارے نبی ہونے کا شبہ ہو نہ صحابی ہونے کا۔ میں نے کہا کسی حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں ہے۔“
(رسائل ۳/۵۰)

دلیل نمبر (۲) : أَخْرَجَ الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى : وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِمَدِينِهِ. (صحيح البخارى ۲/۹۲۶)
یعنی محدث عظیم حضرت حماد رحمہ اللہ نے محدث جلیل حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

سوال : حماد اور ابن مبارک کو جس طرح حنفیہ کبار ائمہ اور جہال الحدیث میں شمار کرتے ہیں، کیا واقعہ یہ دونوں اپنے زمانے کے عظیم اور بڑے محدثین اور علماء میں سے تھے؟ اگر یہ بات سچ ہے اور حقیقت ہے تو باحوالہ بیان کیجئے اور ہم سے دو ہاتھ سے مصافحہ کا اقرار لیجئے۔
جواب : منہ مانگا حوالہ لیجئے اور اپنے قول کے مطابق استنباب کا قائل ہو جائیے۔

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى : الْأَئِمَّةُ أَرْبَعَةٌ مَالِكٌ وَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَ ابْنُ الْمُبَارَكِ. (تذكرة الحفاظ ۱/۲۷۵)

یعنی تمام محدثین کے امام چار ہیں، ان چار میں سے دو حماد اور ابن مبارک رحمہما اللہ تعالیٰ ہیں۔
سوال : ہمارے غیر مقلد علماء کہتے اور لکھتے ہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ حدیث کے خلاف ہے۔ تو ان دو عظیم محدثین کو اس کا علم کیونکر نہ ہوا کہ ہمارا یہ عمل حدیث کے خلاف ہے؟ نیز جن محدثین کے سامنے ان دونوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا انہوں نے ان پر انکار اور اعتراض کیوں نہیں کیا کہ یہ عمل فلاں حدیث کے خلاف ہے؟ نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مصافحہ کو جب محدثین کے سامنے بیان کیا اور کتاب میں لکھ کر شائع کیا تو محدثین نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ پر یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ ان کا عمل فلاں حدیث کے خلاف ہے پھر آپ کیوں بیان کر رہے ہو اور اپنی صحیح بخاری میں لکھ کر کیوں شائع کر رہے ہو؟ نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے محدث جن کو لاکھوں حدیثیں یاد تھیں انہوں نے اس عمل کو حدیث کے

خلاف کیوں نہیں سمجھا؟ نیز اگر اس محدث کا نام اور سنہ ولادت و وفات بتا دیا جائے جس نے سب سے پہلے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے عمل کو حدیث کے خلاف سمجھ کر اس پر رد کیا ہو، تو بہت اچھا ہوگا۔ کیونکہ ہمارے لئے موازنہ اور پرکھنا آسان ہو جائے گا کہ انکار نہ کرنے والے کس صدی اور کتنے بڑے محدث اور نیک و پرہیزگار ہیں اور یہ انکار اور رد کرنے والا کس پایہ کا ہے تاکہ ہمارے لئے ترجیح دینے میں آسانی ہو۔

جواب: جناب! اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ کا یہ سوال انصاف اور حق پر مبنی ہے، لیکن یہ سوال ہمارے بجائے اپنے غیر مقلد علماء سے کیجئے اس لئے کہ مدعی وہ ہیں۔ ہم نے نہ اس کو حدیث کے خلاف کہا ہے نہ کہتے ہیں۔ البتہ جو کہنے والے ہیں ان سے ضرور جواب طلب کیجئے۔

سوال: ہمارے غیر مقلد علماء فرماتے ہیں کہ احادیث میں ”یَد“ کا لفظ مفرد آیا ہے اور لغت میں مصافحہ کی تعریف ”الْأَخْذُ بِالْيَدِ“ اور ”وَضَعُ صَفْحِ الْكَفِّ“ ”فِي صَفْحِ الْكَفِّ“ سے کی گئی ہے جس میں ”یَد“ اور ”كف“ مفرد استعمال ہوا ہے لہذا معلوم ہوا کہ مصافحہ صرف ایک ہاتھ سے کیا جائے گا۔ حنفیہ اس معقول استدلال کو کیوں نہیں مانتے؟

جواب: اس کے دو جواب ملاحظہ فرمائیں (۱) اگر یہ استدلال معقول ہوتا تو امام بخاری، حماد، ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ نقالی جیسے محدثین اس استدلال کو ضرور سمجھتے اور فرماتے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ حدیث کے خلاف ہے، لغت کے خلاف ہے اس لئے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی یوں نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ استدلال انتہائی درجہ نامعقول ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں ”یَد“ مفرد بطور جنس استعمال ہوا ہے اس سے مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسان کے جسم میں جو اعضاء دو ہیں ان میں لفظ مفرد بطور جنس بولا جاتا ہے مراد دونوں اعضاء ہوتے ہیں۔ مثلاً

(۱) قرآن کریم میں یہ آیت ہے ”وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ“،

یہاں ”ید“ مفرد ہے لیکن سب مانتے ہیں کہ ایک ہاتھ مراد نہیں بلکہ دونوں ہاتھ مراد ہیں۔

(۲) ایک حدیث میں ہے ”مَنْ رَأَىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ“ یہاں اس حدیث

میں بھی ”ید“ کا لفظ مفرد ہے لیکن مراد عام ہے، جہاں تغیر منکر کے لئے دونوں ہاتھوں کا استعمال ہوگا تو بھی عمل بالحدیث ہوگا۔ کسی پاگل نے آج تک اس حدیث کے لفظ مفرد سے دوسرے ہاتھ کے استعمال ناجائز ہونے اور حدیث کے خلاف ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

(۳) حدیث ہے ”الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ“ کیا یہاں

”ید“ کے مفرد ہونے سے یہ کہنا جائز ہے کہ ایک ہاتھ سے مسلمان کو تکلیف دینا جائز نہیں، دونوں ہاتھوں سے جائز ہے۔ جو دونوں ہاتھوں سے پٹائی کو ناجائز کہتے ہیں وہ اس حدیث کے خلاف کہتے ہیں۔

تنبیہ: لغت میں مصافحہ کی تعریف میں دو چیزوں کا ذکر ہے، ایک ”الْأَخْذُ بِالْيَدِ“ اور دوسری ”هَتَيْلِي سَهْتَيْلِي مَلَانَا“۔ اور مصافحہ بالیدین ہی میں یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں کیونکہ اس مصافحہ میں دونوں کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلیاں آپس میں مل جاتی ہیں اور ہر ایک بائیں ہاتھ سے دوسرے کا دایاں پکڑتا ہے۔ نیز اگر ”أَخْذٌ“ اور ”وَضْعُ الْكَفِّ“ کا تعلق صرف ایک ہاتھ سے تسلیم کر لیا جائے تو بھی بائیں ہاتھ کے ملانے سے اس ”أَخْذٌ وَضْعٌ“ میں کوئی ایسا نقص نہیں آتا جس سے مصافحہ کا معنی باطل ہو جائے۔

لہذا لغت کی یہ تعریف ہمارے خلاف نہیں۔

دلیل نمبر (۳): قَالَ أَبُو أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ”تَسَامُ التَّحِيَّةُ الْأَخْذُ بِالْيَدِ

وَالْمُصَافَحَةُ بِالْيَمْنَى“۔ (مناویٰ نذیریہ ۲۳/۴)

اس میں واو عاطفہ ہے ”وَالْأَصْلُ فِي الْعَطْفِ الْمُغَايَرَةُ“ لہذا یہ روایت دونوں

ہاتھوں سے مصافحہ کی صریح دلیل ہے اس لئے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی صورت میں ہی جانین کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے ملتی ہے اور بائیں ہاتھ

سے دوسرے کے دائیں ہاتھ کو پکڑا جاتا ہے۔ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے کے ہاتھ کی ہتھیلی سے نہیں ملتی۔

سوال : کیا غیر مقلدین کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جس میں دائیں ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر ہو اور بائیں ہاتھ کی نفی ہو؟

جواب : حدیث صحیح تو درکنار ان کے پاس کسی ایک محدث کا عمل بھی نہیں ہے ورنہ پیش کریں، جیسے ہم نے صحیح بخاری کے حوالہ سے دو بڑے درجے کے محدثین کا عمل پیش کیا ہے۔ اگر ان میں ہمت ہے تو صحیح بخاری نہ سہی صحاح ستہ میں سے کسی محدث کا عمل بتائیں جس نے دایاں ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھایا ہو اور بائیں ہاتھ کو پشت کی طرف الگ کیا ہو۔



حضرت مولانا مفتی احمد مختار صاحب کی چند کتابیں

- پانچ مسائل (متعلق بریلویت)
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ ان کی اپنی تحریرات کے آئینہ میں
- تراویح، فضائل، مسائل، تعداد رکعت
- حیلہ اسقاط اور دُعا بعد نماز جنازہ
- اولاد اور والدین کے حقوق
- قربانی اور عیدین کے ضروری مسائل
- امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے دلچسپ واقعات
- احکام حیض و نفاس و استحاضہ مع حج و عمرہ میں خواتین کے مسائل مخصوصہ
- درس ارشاد الصرف
- طلاق ثلاث
- منفرد اور مقتدی کی نماز اور قرآن کا حکم
- خواتین کا اصلی زیور ستر اور پردہ ہے
- عباد الرحمن کے اوصاف
- استشارہ (مشورہ) و استخارہ کی اہمیت
- آٹھ مسائل
- اصلی زینت
- اسلام کی حقیقت اور سنت و بدعت کی وضاحت

جامعہ خلفائے راشدین، لاہور

ناشر

مدنی کالونی، گرینکس ماری پور، ہاگس بے روڈ، کراچی

فون: 021-38259811 موبائل: 0333-2226051